نہ پیروی قلیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرزِ بیاں اور ہی ایجاد کریں گے

بوہرہ قوم
اور
وقف ایکٹ

مرتبۂ

ایک منصف مسلمان

باہتمام احمد علی عبدالرسول نادر

در مطبع نادری جبل پور طبع گردید

قیمت ۳/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ۔ آج میں کامل کر چکا۔ تمہارے لیے تمہارا دین؛ اور پورا کیا تم پر اپنا احسان؛ اور پسند کر لیا۔ اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے؛

اللہ تعالےٰ قرآن حکیم مین آیۂ مذکور الصدر ارشاد فرماتا ہے۔ جس سے تکمیل ملت اسلام کی نص صریح ظاہر و باہر ہے۔ اسلام کے مکمل ہونے کے ساتھ ہی اس کے تمام شعبوں پر ایسی آیۂ مبارکہ کا اطلاق بوجہ احسن ہونا چاہیئے چنانچہ احکام شریعت کے تحت مین جو کام انجام پا رہے ہین۔ اُن میں تکمیل اور خوبی کی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ اسلامی خصوصیات ہین اگر نص مسطور بدرجۂ اتم موجود ہے۔ تو جزئیات مین بھی اسیکی کارفرمائی ہے۔ قومیت اسلام کے مختلف اعضاء اپنی اپنی جگہہ مصروف کار رہین۔ مگر اسلام کی مشترک قوت اُن سب پر حکمرانی کرتی ہو تو تمام جوارح بجائے خود معصون و مامون رہین گے۔ اسی طرح اسلامی اُخوت کے بارہ مین اللہ عز و جل کا فرمان ہے

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون

(ترجمہ۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہین۔ اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تمہارے اوپر رحم کیا جائے۔)

حضور نبی کریم صلعم ارشاد فرماتے ہین:۔

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ

(خدا اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جو وقت تک بندہ اپنے مسلمان بھائی

کی مدد کرتا ہے۔) خدا اور رسول کے فرمان کے بموجب تو تمام مسلمانوں کو باہم
متحد اور ایک دوسرے کا ہمدرد رہنا چاہیئے۔ تاکہ اسلام کی برکات سے بہرہ یاب
ہوں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ احکام آلہی و فرمان رسالت پناہی کی عدم پابندی
سے ناعاقبت اندیش وبال و نکال کے مستوجب ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جمیع
اہل اسلام کو اسلام کی تبعیت کی توفیق کرامت فرمائے۔

فاضل اجل مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی نے "ضروریات اسلامیہ"
حاضرہ کے عنوان سے اپنے بے مثل خطبہ صدارت میں جہاں شرعی دار القضاء،
نظام تبلیغ، اور اصلاح رسوم وغیرہ پر غائر نگاہ ڈالی ہے۔ وہاں "تحفظ اوقاف
مسلمین" کے تحت میں شرعی نقطۂ نظر سے بھی اظہار خیال فرمایا ہے۔ چنانچہ اُس
کا مختصر اقتباس هدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمارا موضوع بھی یہی ہے۔

اسوقت جن مسائل کیطرف مسلمان رہنماؤں کی توجہ منعطف ہونی ضروری
ہے۔ اُن میں سے ایک اہم مسئلہ اسلامی اوقاف کی صحیح تنظیم کا ہے۔ علماء اسلام
فرماتے ہیں۔ کہ طریقۂ وقف اسلامی خصوصیات میں سے ہے۔ دورِ جاہلیت
میں اس کا وجود نہ تھا۔ اور وقف کی حقیقت یہ ہے۔ کہ واقف اپنی مملوکہ
جائداد کو خدا تعالےٰ کے پاس امانت رکھدے۔ اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دینے
کی منت مان لے۔ کہ قیامت تک وہ مسلمانوں کو فائدہ پہونچاتا رہے۔ اور اسلامی
مہمات اس کی آمدنی کی مدد سے انجام پذیر ہوتی رہیں۔ مسجدیں تعمیر کیجائیں
خانقاہیں، مہمان خانے، مسافر خانے، مدارس اسلامیہ، کنوئیں، پل۔ اور ہر قسم
کی رفاہ عام کی چیزیں بنائی جائیں۔ اور مسلمانوں کی اس فائدہ رسانی کیساتھ ساتھ

واقف کو ہمیشہ ہمیشہ ثواب پہنچتا رہے۔ علمار نے یہ بھی تصریح کی ہے۔ کہ واقف کی اغراض کی حفاظت نص شارع کی طرح ضروری ہے۔ وقف کی ایسی عظیم الشان حیثیت کی وجہ ہے۔ کہ آج بھی عالم اسلامی مین باایںہمہ نکبت وافلاس؛ کروڑہا روپیہ کی جائداد کے اوقاف موجود ہین۔ اور مسلمانوں کی فراخدلی و بلند حوصلگی کی زبان حال سے شہادت دے رہے ہین"؛

مولانائے ممدوح الصدر مبادیات مسئلہ وقف پر بحث کرتے کرتے؛ جسکو بخوف طوالت ترک کر دیا گیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہین۔

"چونکہ وقف مین عبادت اور صدقہ کی حیثیت ہے۔ اس لیئے یہ خالص مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس لیئے ضرورت ہے۔ کہ اس کے انتظام مین اہل اسلام اور اہل علم کے سوا، اور کوئی طاقت دخیل نہ ہو۔ تاکہ اسلامی احکام کی مخالفت کا اندیشہ باقی نہ رہے"؛

آخر مین فرماتے ہین کہ؛

"اگر مسلمانوں کو اپنی قومی زندگی مطلوب ہے۔ تو آپس کے اتفاق و اتحاد؛ اور تعاون تناصر میں منحصر ہے۔ بہت سا وقت غفلت مین گذر گیا۔ تاہم ابھی تدبیر و عمل کا وقت باقی ہے"؛

علامہ ثقۃ الاسلام حاجی مرزا محمد عبدالرحیم صاحب بلبلابادکوبی مجتہد العصر شعیان مقیم حال بمبئی کی رائے ذیل مین درج کی جاتی ہے۔

"در مذہب اثنا عشریان ہم چنیں است۔ کہ اختیار اوقاف عامہ بدست نائب امام علیہ السلام و مجتہد جامع الشرائط است۔ بلکہ اگر متولی خاص وقف

بشرائط تولیت و وقف عمل نکند۔ مجتہد عادل می تواند او را عزل بکند و خود نظارت کند۔ یا به شخص دیگر که معتمد او است تسلیم نماید و ما در این مسئلہ با حضرات بوہرہ فرق نداریم"۔

(ترجمہ) ہم اثنا عشری شیعوں کے مذہب مین بھی ایسا ہی ہے۔ کہ اوقاف عامہ کے اختیارات نائب امام علیہ السلام اور مجتہد جامع الشرائط کے ہاتھ مین ہونا چاہیئے۔ اگر خاص متولی شرائط تولیت اور وقف کے مطابق عمل نہ کرے۔ تو مجتہد عادل اُسکو عزل اور برطرف کرکے خود اس کی نظارت کر سکتا ہے۔ یا کسی اپنے معتمد شخص کو سپرد کر سکتا ہے۔ بس ہم اس مسئلہ مین بوہرہ قوم سے بالکل اختلاف نہیں رکھتے۔ اس لیے ہمارے لیے بہتر ہے۔ کہ اگر ہم سے اُن کی تائید نہیں ہو سکتی۔ تو کم از کم ہم اُن کی مخالفت بھی نہ کریں۔

سر سید احمد خاں اپنے اقوال مین فرماتے ہین:۔

"کسی وقت مین بھی اوقاف کا قبضہ گورنمنٹ کو نہ دینا چاہیئے۔ میری یہ ہرگز مرضی نہیں ہے۔ کہ متولیوں پر سرکار کا دباؤ رہے۔ اور وہ کام کرنے سے دل برداشتہ ہو جائین۔ میری رائے مین اسلام کی خدمت کرنے کے لیے کسی دباؤ اور قانون کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال مین جس ضلع یا شہر مین اوقاف ہوں۔ اُن کی نگرانی وہاں کے باشندوں کو کرنی چاہیئے"۔

الہ آباد وقف کانفرنس کے صدر مولوی محمد اسلم سیفی۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ لکھتے ہین:۔

یے ہر جگہ وقف کے متعلق انجمنیں قائم کرنا چاہیئے۔ تمام حالات وہاں جمع کیئے جائیں۔ اور وہی اُن پر فیصلہ صادر کرے"۔

مسٹر آصف علی بیرسٹر ایٹ لار نے جامع مسجد کے جلسوں مین حکومت اور مسجد کی مجلس منتظمہ کی مداخلت کے متعلق پرلیس کو بیان دیتے ہوئے ضمناً مسئلہ وقف پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جو ذیل میں بجنسہٖ درج کی جاتی ہے۔

معاملہ کی شرعی حیثیت پر حضراتِ علماء کرام کی رائے دریافت طلب ہے۔ مگر اس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ کہ ہر مسجد جو عوام کے لیئے وقف ہے۔ وہ کسی ذات واحد یا کسی حکومت کی ملکیت نہیں ہو سکتی "الوقف لایملک" اور اس صورت مین کوئی حکومت کسی وقف کو ضبط شدہ نہیں قرار دے سکتی، اس کے واگذار ہونے کا سوال بے معنی ہے۔ اور یہ کہنا کہ واگذاری مشروط تھی اس سے زیادہ بے معنی ہے۔ ہر مسجد جو عامتہ المسلمین کے لیے وقف ہو۔ وہ صرف ایک ہی معاہدہ کا قرار دی جاسکتی ہے۔ اور یہ وہ معاہدہ ہے۔ کہ جو معبود حقیقی اور امت کے مابین تا ابد غیر مشروط طریقہ پر قائم رہیگا۔ مگر اس حقیقی معاہدہ کے خلاف کوئی مسلمان یا مسلمانوں کی جماعت کسی حکومت کی کوئی شرط تسلیم کرتی ہے تو اُمت اس شرط کی پابند نہیں قرار دی جاسکتی۔ حکومتیں دنیا مین بدلتی رہتی ہین۔ مگر مذہبی اوقاف اُن حکومتوں کی دستبرد اور شرائط سے بالا ہین۔

آج برٹش حکومت ہے۔ اور کل دوسری حکومت ہوگی۔ اگر آج مسلمان موجودہ حکومت کے شرائط تسلیم کرتے ہین۔ تو کل دوسری حکومت کے شرائط کی پابندی کیلئے اُن کے خلاف ایک قبیح نظیر قائم ہو جاتی ہے۔

اسلام کے محترم و معزز فرزندوں کے اقوال و خیالات کا اقتباس (اگرچہ مختصر ہی سہی) درج کرنے کے بعد غالباً ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کہ مثال کیلئے مزید کاوشش کی جائے۔ مگر یہ اُن اہل الرائے اور مقتدر حضرات کے اقوال ہین جن کی تہ مین معانی و غوامض کے بیش بہا موتی پنہاں ہین۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ تمام مطالب کی قرار واقعی تصریح و تفصیل کرین۔ اس لیے صرف مسئلہ وقف (جو زیر بحث ہے) کے متعلق کسیقدر لکھنا چاہتے ہین۔ اور یہ ضرورت بھی یوں لاحق ہوئی۔ کہ جن بزرگوار کے کارنامہ ہائے خدمت اسلام ہم ابتدا مین لکھ چکے ہین۔ اُن کے خلاف اپنی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی سے بعض مخالفوں نے ہنگامہ کی صورت پیدا کرکے قوم و ملک کو شدید نقصان پہونچانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ جس طرح ہم پیشوائے اعظم جماعت داؤدی بوہرہ کے انصرام و انتظام دعوت پر تفصیلی نگاہ ڈالنے سے قاصر ہین۔ اُسی طرح مخالفین کی شر انگیزیوں اور فتنہ پردازیوں کا پردہ اٹھا کے اُنہیں عام طور پر رسوا کرنا نہیں چاہتے حالانکہ اُن کے ضمیر خود اُن کو ملامت کرتے ہوں گے۔ ناظرین ہمارے مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ کر سکتے ہین۔ کہ شرعی، عقلی، قانونی، تاریخی اور نظام اوقاف کے اعتبار سے وہ لوگ کہاں تک فتنہ و فساد مین حق بجانب ہین۔ مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ۔

"ایک اہم مسئلہ اسلامی اوقاف کی تنظیم کا ہے۔ اور وقف کی حقیقت یہ ہے۔ کہ واقف اپنی مملوکہ جائداد کو خدا تعالیٰ کے پاس رکھدے۔ اور اس کی آمدنی کو صدقہ کردینے کی ہمت باندھے

کہ وہ قیامت تک مسلمانوں کو فائدہ پہونچاتا رہے" پھر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "علماء نے یہ بھی تصریح کی ہے۔ کہ واقف کے اغراض کی حفاظت نص شارع کی طرح ضروری ہے"

تنظیم کے متعلق میں کیا عام طور پر لوگوں کو اتفاق ہے۔ کہ لوہرہ قوم میں جس قدر تنظیم ہے۔ وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ علی الخصوص اوقاف کی اساس شریعت اسلام کے اصولوں پر مرتب کی گئی (شریعت بھی جس کو اللہ تعالے اکمل فرماتا ہے) اور ھنوز بجنبۂ ہے۔ اگر کسی کو شبہ یا اختلاف ہو تو دیکھ سکتا ہے؛ رہے واقف کے اغراض کی حفاظت جس کے واسطے تاکید موجود ہے۔ وہ طریق جاریہ ہی کے مطابق ہو سکتی ہے؛ جیسے مثلاً پرائیے بواہر کا عمل درآمد نہایت پابندی اور سختی سے رہتا ہے۔ کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کہ غیر مسلم کے قبضہ میں رہ کے وقف کے مقاصد شرعی طور پر ادا ہو سکتے ہیں۔ غیر قوم کے ہاتھ میں وقف کا انتظام جانا ہی واقف کی مرضی کے خلاف ہے۔ اور وقف کی غایت یہ ہے۔ کہ اس کی آمدنی سے قومی امور انجام دیئے جائیں۔ نیز جس قدر وقف کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ قوم کو فائدہ اور واقف کو زیادہ ثواب ہوگا۔ غیر مسلم انتظام میں قوم اور واقف دونوں کا صریح نقصان ہے۔ سب سے بڑھ کے مسلم وقف کا مسئلہ محض اس بنیاد کو ملحوظ رکھ کے قابل نفاذ تسلیم کیا گیا ہے کہ اوقاف کی حالت متولیوں کی بدنظمیوں سے خراب ہو رہی ہے۔ اور اس کا نظم اگر درست ہو جائے۔ تو وقف کا مقصد ایک حد تک پورا ہو سکے۔ حالانکہ واقف کے منشاء کے بھی موافق نہیں ہے۔ کیونکہ متولیوں کی حرص و آز سے بناہ ملنے کے بعد

بھی جدید انتظام کے مصارف برابر کے نہیں۔ تو حصہ دار ضرور رہتے ہیں۔ مولانا انور شاہ صاحب کا قول ہے۔ کہ "چونکہ واقف میں عبادت اور صدقہ کی حیثیت ہے۔ اس لئے یہ خالص مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس لیے ضرورت ہے۔ کہ اس کے انتظام میں اہل اسلام اور اہل علم کے سوا کوئی دخیل نہ ہو، تاکہ اسلامی احکام کی مخالفت کا اندیشہ باقی نہ رہے" ظاہر ہے۔ کہ غیر مسلم پر احکام اسلام کی کوئی پابندی لازم نہیں۔ اس واسطے یقیناً خلاف احکام اسلام ہو گا۔ اور خالص مذہبی حیثیت باقی نہ رہیگی۔ پھر مقصد واقف کیونکر پورا ہو سکتا ہے؟

مخالفین کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ کہ راستی کے جادہ سے الگ چلنا پسند کرتے ہیں، جس طرح ہم مولانا انور شاہ دیوبندی کے بعض اقتباسات نقل کر چکے ہیں، ثقتہ الاسلام ملبلا ماد کوبی کے خیالات پر اجمالاً روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جس سے صاف نمایاں ہے۔ کہ مذہب اثنا عشری میں مسئلہ وقف کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں، جس طرح اوقاف کا کام چل رہا ہے۔ بالکل احکام اسلام کے مطابق اور ناقابل ترمیم و تنقید ہے۔ ثقتہ الاسلام فرماتے ہیں کہ اثنا عشریوں میں بھی اسی طرح ہے۔ کہ اوقاف عامہ نائب امام و مجتہد جامع الشرائط کے تحت میں ہونے چاہئیں۔ : عزل و نصب کا مختار ہے۔ واقعی ثقتہ الاسلام نے جس خوبی سے بوہروں کے پیشوائے اعظم کو تولیت و نظارت اوقاف کا حق باتباع احکام شرعی ثابت کیا ہے مخالفین کو اس کے بعد شر انگیزی اور فتنہ پردازی سے قطعاً اجتناب کرنا چاہیئے تھا مسئلہ بالکل صاف ہے۔

کسی طرح گنجلک نہیں۔ جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری ہو۔ البتہ ہٹ دھری کا کوئی جواب نہیں ہے۔

سر سید احمد خاں جس قدر روشن خیال اور اسلام کے مخلص ہمدرد تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ مسئلہ وقف پر جو کچھ انہوں نے اظہار خیال فرمایا ہے۔ وہ تعمیم کا حامل اور دلی کیفیات کا ترجمان ہے۔ یہ سچ ہے کہ شرعی حیثیت سے سر سید احمد خاں کی رائے کو اپنے علماء کی رائے کے مقابل میں لا نا مناسب موزوں نہیں۔ مگر سیاسی اعتبار سے اُس کی بہت زیادہ وقعت ہے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں۔ اُس میں مجتہدانہ شان پائی جاتی ہے۔ اُن کے الفاظ میں صداقت اور اسلامی اخوت پنہاں ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی وقت میں بھی اوقاف کا قبضہ گورنمنٹ کو نہ دینا چاہیئے۔ یہ گویا اُن کا قطعی فیصلہ ہے۔ کہ اوقاف حکومت کے شکنجہ سے بے نیاز رہیں۔ اور سیاسی اصول کی بناء پر شرعی حدود سے بچ کے نکل گئے ہیں۔ یعنی اُن کا خیال ہے۔ کہ حکومت کا اوقاف پر قبضہ ہونے کا مفہوم یہ ہے۔ کہ متولیوں پر سرکار کا دباؤ رہے گا۔ اور وہ دل برداشتہ ہو جائیں گے۔ جس سے نظام وقف میں رخنہ پڑے گا۔ صحیح معنوں میں اسلام کی خدمت نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دباؤ اور قانون کی زد میں آجائے گا۔ وہ لکھتے ہیں:۔ "میرے خیال میں جس ضلع یا شہر میں اوقاف ہوں۔ اُن کی نگرانی وہاں کے باشندوں کو کرنا چاہیئے"۔ میں لکھ چکا ہوں۔ کہ سر سید احمد مرحوم کے اقوال تعمیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسی لحاظ سے اس قول پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ تو مشورہ نہایت بہتر اور قابل عمل ہے۔ خصوصاً فرقِ اسلام

کے اوقاف کی حالت زار بھی چاہتی ہے۔ مگر بوہرہ اوقاف کا اُن سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ رہی نگرانی وہ عام طور پر یقیناً مقامی باشندوں کیواسطے مناسب ہوگی۔ بوہرہ جماعت میں اسی طریق کار کا رواج ہے۔ اور محض اتنے فرق کیساتھ کہ نگرانی اُن کے پیشوا کی ہوتی ہے۔ اور انتظام مقامی بوہروں کے متعلق ہے دوسری اقوام میں اس درجہ کا پیشوا جامع الصفات ملنا محال ہے۔ لہذا مسٹر سید احمد صاحب کا قول صحیح طور پر اُن کے لیئے قابل عمل ہے۔ اور بوہرے اس سے آزاد ہیں۔ مسٹر آصف علی بیرسٹر مقنن ہونے کی حیثیت سے بڑا بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی نگاہ میں تمدن و معاشرت کیساتھ شرعی احکام بھی موجود ہیں۔ لیکن چونکہ اونکو علماء کی مسند حاصل نہیں۔ اس واسطے وہ اس راستہ سے کترا کے نکلنا پسند کرتے ہیں۔ اور علماء کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔" معاملہ کی شرعی حیثیت پر حضرات علماء کرام کی رائے دریافت طلب ہے۔" اور عقلی دلائل جو کہ شریعت کے دوش بدوش ہیں۔ کام لیتے ہیں۔ جسے عقل سلیم و ذوق صحیح فوراً تسلیم کرتا ہے۔ یعنے "الوقف لایملک" یعنے جو چیز عوام پر وقف ہوتی ہے۔ وہ کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ گویا یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ اور جب وقف کسی کی ملکیت نہیں۔ تو کوئی حکومت اس پر کیونکر قابض ہوسکتی ہے۔ اور جب وقف قبضۂ حکومت سے آزاد ہے۔ تو اس کی واگذاری کا سوال کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ وہ منطقی دلیل ہے۔ جس کے استحکام میں کوئی شبہ نہیں۔ ثابت کردیا ہے۔ کہ وقف پر حکومت کا قبضہ ناممکن ہے:۔

مندرجہ بالا دلائل پیش کرنے کے بعد ہم ہندوستان کے مشہور جرائد و رسائل کی وہ آراء آیندہ صفحات میں نقل کرتے ہیں۔ جنہوں نے مسئلہ مذکورہ پر کافی طور پر روشنی ڈالی ہے۔ اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام مطالعہ کرنیکے بعد اپنی صحیح رائے کا قیام کرلیں گے۔ بالخصوص وہ لوگ جو اپنی ناواقفیت کے باوجود خواہ مخواہ اس مسئلہ میں دخل دیتے ہیں۔ اس مرقع عبرت سے سبق حاصل کریں

راقم

(ایک منصف مسلمان)

جرائد و رسائل کے اقتباسات

اخبار تاج آگرہ ایک مشہور ہفتہ وار اخبار ہے وہ اپنی ۷ نومبر کی اشاعت میں ایک اخبار کو یوں جواب دیتا ہے

"بوہرہ قوم اور قانون اوقاف"

اس مسئلہ پر ہم پہلے مفصل اظہار خیال کر چکے ہیں۔ اب بعض اسلامی جرائد میں یہ دیکھکر ہمیں افسوس ہوا۔ کہ بوہرہ قوم کے مقصد و مصلحت کے خلاف اُن کے اوقاف پر قانونی پابندیاں عائد کرنے کی تائید کی جا رہی ہے۔ یہ علانیہ ذہنیت کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے۔ اور اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ مسلمانوں کو اپنے کاموں اور اداروں کے انتظام کرنے سے خود روکا جا رہا ہے۔ وقت کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ مسلمانوں میں قوت عمل پیدا کی جاتی۔ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھایا جاتا۔ اور اپنے قومی اداروں کا خود انتظام کرنے کا حوصلہ اُن میں پیدا کیا جاتا۔ مگر اب یہ ہو رہا ہے۔ کہ اگر ایک طبقہ اپنے اوقاف کا خود انتظام کرنا بھی چاہتا ہے۔ تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اور حکومت کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ اوقاف پر قابو یاب ہو کر اپنا قبضہ کرے۔ اور سیاہ سفید کی مالک ہو جائے۔ اسلامی اوقاف کا انتظام مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے ہونا اولی تر ہے۔ اگر ایک متولی اوقاف نا اہل ثابت ہو۔ تو اس کی جگہ کوئی دوسرا معتمد علیہ مامور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسلامی اوقاف کو دوسروں کے قبضہ میں دے دینا کسی طرح قرین مصلحت نہیں۔ خصوصاً بوہرہ قوم کا وقف، جس میں نہ کوئی بد نظمی ہے۔ نہ قوم کو اپنے متولی کی طرف سے کوئی شکایت و بے اعتباری۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُس پر حکومت کے قانون کو خواہ مخواہ مسلط کر کے مسلمانوں

اُن کے حق تولیت سے محروم کر دیا جائے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ حکومت خود جبر و
اکراہ سے ہرگز ہرگز کام نہ لے گی۔ اور جب داؤدی جماعت اپنے اوقاف کا معقول
انتظام کر سکتی ہے۔ تو دخل در معقولات کو مناسب نہ سمجھے گی۔

رہے ہیں خود بھی ہم گلچیں، بنے ہیں باغباں خود بھی
ہمیں آتا ہے کرنا انتظام گلستاں خود بھی

اخبار طاقت بمبئی نے ایک لیڈنگ لکھا تھا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے

"داؤدی بوہرہ جماعت ٹرسٹ" حکومت کا ایک خطرناک اقدام

ہندوستان کے تمام اسلامی اوقاف میں داؤدی بوہرہ جماعت ٹرسٹ کو جو اہمیت اور امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ وہ محتاج وضاحت نہیں، ہمیں یہ معلوم کرکے افسوس ہوا۔ کہ حکومت ہند اپنے بعض ہنگامہ پسند مشیروں کی تحریک سے اس عظیم الشان ٹرسٹ پر وقف ایکٹ کی ناقابل برداشت پابندیاں عائد کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کے لائقِ احترام مختار شرعی کو جو خصوصی اختیارات حاصل ہیں۔ اُن میں ترمیم کی خواہشمند ہے"۔

قارئین کو معلوم ہے۔ کہ آج سے چند روز پیشتر ہم خود اسلامی اوقاف کے متعلق ایک اصلاحی پروگرام پیش کر چکے ہیں۔ اور بے رحم ٹرسٹیوں کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔ لیکن داؤدی بوہرہ ٹرسٹ" کی عظمت و اہمیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ ہم اس بارے میں "وقف ایکٹ" کی مداخلت کو ایک لمحہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتے۔ "داؤدی بوہرہ جماعت ٹرسٹ" یقیناً

کسی اصلاح و ترمیم کی گنجائش نہیں۔

اس ٹرسٹ کے مختار شرعی سیدنا ملا طاہر سیف الدین صاحب ہیں۔ جو اپنی دیانت و صداقت کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ جو ٹرسٹ کہ ایسے امین و صادق روحانی پیشوا کی نگرانی میں قائم ہے۔ اسلامی شریعت اُس پر کسی ایسے اقتدار کو ہرگز جائز تسلیم نہیں کرتی۔ جس کی بنیاد چند جاہت پسند اشخاص کی مستبدانہ طرز عمل پر ہے۔

ہمیں بعض قابل اعتبار ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت داؤدی بوہرہ جماعت کے مطالبات کو اپنی قوت سے دبانا چاہتی ہے۔ اور اس کے جذبات کا احترام نہیں کرنا چاہتی، اگر ایسا ہے۔ تو حکومت کو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ آج کل کسی قوم کے جذبات کو قوت سے دبانا۔ اور اس کے مطالبات سے تغافل برتنا تقریباً ناممکن ہے۔

ہم حکومت کو نہایت اخلاص کیساتھ مشورہ دیتے ہیں کہ:۔

اگر وہ امن و عافیت کی خواہشمند ہے۔ تو اسے جلد سے جلد "داؤدی بوہرہ جماعت" کے مطالبات کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ مستقبل میں جو خطرناک نتائج پیدا ہوں گے۔ اُن کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

ہز اکسلنسی سر آرنسٹ ہاٹسن گورنر بمبئی کی روشن دماغی اور انصاف پسندی سے ہمیں امید ہے کہ وہ داؤدی بوہرہ جماعت کے روحانی محسوسات اور مضطربانہ مظاہرات کی طرف جلد سے جلد توجہ فرمائیں گے۔ اور اولین فرصت میں نہایت اطمینان بخش فیصلہ صادر کریں گے"

"دہلی سے ایک اخبار نکلا ہے۔ جو دشمنوں کا پروردہ ہے۔ اس لیئے چند غلط سلط نوٹ لکھے ہیں۔ اُن کا جواب اخبار الخلیل" دہلی نے دندان شکن دیا تھا۔ جو لائق ملاحظہ ہے۔ اس لیے ذیل میں درج کیا جاتا ہے"

اِضطراب کا نام سکون

مسلمانانِ ہند میں اس وقت سب سے منظم اور ایک سلک اتحاد میں منسلک جماعت بوہرہ ہے۔ حکومت بمبئی نے عام مسلم جرائد و عمائد کے اختلاف شدید کے علیٰ رغم الف قانون اوقاف سے اس کے استثنیٰ کو بھی واپس لے لیا۔ جس پر ابھی تک شدت کے ساتھ مظاہرات کا سلسلہ جاری ہے؛ لیکن ہمارا برخود غلط مقامی معاصر خدا جانے کن باور ہوا اطلاعات کی بناء پر تقریباً تمام مسلم جرائد کے مطالبہ کے خلاف بوہرہ جماعت پر اس قانون کے دائمی اطلاق و نفاذ کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ جماعت مذکور میں اس کے داعی مطلق کے خلاف ہیجان پھیلا ہوا ہے؛ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس جماعت میں پورا اتفاق ہے۔ بمشکل سو آدمی ایسے نکلیں گے۔ جو مخالف ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں؛ جو اس جماعت سے اختلاف عقیدہ کی بناء پر خارج کیئے جا چکے ہیں۔ اور اب دنیا کو محض اپنی بوہریت کے لیبل سے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہی مٹھی بھر مخالفین اپنے دل کا بخار نکالنے کے لیئے دعوے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دعوؤں کی نوعیت قبرستانوں؛ مسجدوں اور جماعت خانوں میں داخلے کی اجازت کے سوا اور کوئی نہیں ہوتی۔ جس مقدمہ کے

جتینے کا حوالہ اس کے ایک "معتبر نامی" نامہ نگار نے دیا ہے۔ اس کی محض اتنی حقیقت ہے۔ کہ انہیں عامل وقت کی اجازت سے برہانپور کی درگاہ اور مسجد مین آنے کی اجازت دیدی گئی تہی۔ وہ بھی اُن لوگوں کو جن کے باضابطہ اخراج کا اعلان ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ بمبئی ہی مین بوہروں نے مفسدانہ مخالفت کی بنا پر ایک شخص سراج الدین واسی کی دُرگت بھی خوب بنائی ہے حقیقت یہ ہے۔ کہ پوری بوہرہ جماعت مین ان سو سوا سو مخالفین کے سوا اور کوئی اس کے محترم داعی کا مخالف اور اس قانون کے نفاذ کا حامی نہیں۔ اور نہ کوئی بے چینی ہے! معزز معاصر کو چاہیئے۔ کہ شذرات لکھتے وقت صحت واقعات کا خیال رکھا کرے۔ غلط بیانی اس کی شہرت پر برا اثر ڈالیگی

وقف ایکٹ کے بارہ میں اخبار طاقت دہلی نے ایک نوٹ لکھا تھا جس کا جواب اخبار "تاج" آگرہ نے (۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء) نہایت مدلل دیا تھا۔ جو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے۔

هذا بهتانٌ عظیم

ابھی تک تو بوہرہ اوقاف کی مخالفت اور موافقت مین اخباری پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ مگر اب ہم دیکھتے ہین۔ کہ بعض اخبارات حضرت ملا طاہر سیف الدین کی ذاتیات پر بھی حملہ آور ہین۔ ۵ر دسمبر کے اخبار "طاقت" دہلی مین اس موضوع پر بہت کچھہ قلم فرسائی کیگئی ہے۔ سب سے پہلے تو ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ مسلمانوں مین مسلمانوں کی تنقیص و تکفیر کا جو جنون مدت مدید سے پھیلا ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھہ نہیں۔ کہ اپنی قلم اور اپنی زبان سے

ہم اپنی ہی قوم کے بعض افراد یا اکابر کو بدنام و رسوا کرکے "تاریخ قومیات" میں چند ذلیل حواشی چھوڑ جائیں۔ اس لیے اب اس جنون کو جہانتک جلد ممکن ہو ختم کر دینا چاہیئے۔

ہمارے سامنے دوسری قوموں کے طریق کار موجود ہیں۔ جو اپنے بڑے لوگوں کی پردہ پوشی بھی فرض سمجھتے ہیں۔ "تا بہ یکاں چہ رسید" مگر مسلمانوں کو یہ نعمت ستاری در پردہ پوشی تو کیا نصیب ہوتی۔ وہ محاسن میں بھی معائب پیدا کرکے اپنی قوم کے اکابر کی تشہیر کرنے کے خوگر ہیں۔ اور یہ ایک ایسا طرز عمل ہے۔ جسے اخلاقیاتِ اسلام میں کوئی اولیٰ درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ملا طاہر سیف الدین کے خلاف اُن کی جماعت میں کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ امر متنازعہ صرف اہتمام اوقاف ہے۔ بوہروں کی ایک بڑی اور باا‌ثر جماعت اس کا انتظام اپنے ہمدار جماعت کے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے۔ اور بعض وہ لوگ جو اپنی غلط روی کی وجہ سے تعلقات اوقاف سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ اس اکثریت کے خلاف شور مچا کر باطل کو حق پر غالب کرنے کے خبط میں مبتلا ہیں۔

بوہروں کی نوجوان جماعت کے متعلق یہ ظن محض ہے۔ کہ وہ اوقاف کا استثنار پسند نہیں کرتے۔ ہر شہر کی نوجوان جماعت اوقاف کو ایکٹ سے مستثنیٰ رکھنے کی تائید میں ہے۔ جس کے متعلق برابر جلسے ہو رہے ہیں۔ ان جلسوں میں نوجوانوں کی شرکت اُن کی دلچسپی کا بہترین ثبوت ہے۔ بمبئی میں بھی ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کا فوٹو اس اشاعت میں شریک ہے اور

اور جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا) اسی طرح ہر شہر میں جہاں ذمہ دار بوہرے

موجود ہیں۔ وہاں ملا صاحب کی تائید میں برابر جلسے ہو رہے ہیں۔ میں سفر

کاٹھیاواڑ میں ہر جگہ بوہروں سے ملا۔ اور اُن کی رائے لی۔ تو وہ سب اس

پر متفق تھے۔ کہ بوہرہ اوقاف کو ایکٹ سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

اگر کوئی مخالف جماعت موجود ہے۔ تو ابتک رائے عامہ پر قابو حاصل

کرنے سے کیوں معذور رہی؟ (۳) کا جواب آخر کیا ہے؟ ملا صاحب کے

متعلق جو خط شایع کیا گیا ہے۔ ہمیں اس کے مصدق ہونے میں شک

اور اس کے مصنوعی ہونے کا یقین ہے۔ ذاتی اغراض کے پردے میں اس

قسم کے لاتعداد خطوط گڑھے جا سکتے ہیں۔ خارج الجماعت افراد اپنے غلط

پروپیگنڈے کو قوت دینے کے لیئے اس سے زیادہ صناعوں سے کام

لے سکتے ہیں۔ لیکن یہ تمام واقعات حقیقت سے بہت دور ہیں۔ پھر

ایسے خطوط کو کیا وقعت دی جا سکتی ہے۔ جو گمنام شایع ہوں۔ یا جن کے

محرر بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے اپنا نام ظاہر کرنا بھی مناسب نہ سمجھتے ہوں

مقدمہ بازی مغربی حکومت میں بچوں کا کھیل ہے۔ آج ستر ہزار مقدمے

دائر ہو سکتے ہیں۔ مگر کیا وہ حقیقت و صداقت پر مبنی ہوتے ہیں؟ ۱۹۲۱

کے جس مقدمہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کاش اس کا انجام بھی محرر کو معلوم ہوتا

ہماری غیر طرفدارانہ رائے یہ ہے۔ کہ بوہرہ جماعت کے اس معاملہ

کو انہیں لوگوں کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اسے آل انڈیا سوال بنا کر

میں نفاق وافتراق کی آگ پھیلا کر حکومت کے مقاصد کو تقویت پہونچانا آزاد خیال اور قوم پرست اخبار نویسوں کا اصول نہیں ہے۔ امید کہ معاصر طاقت اور دوسرے جرائد کے لیئے ہماری یہ رائے قابل تسلیم سمجھی جائیگی اور اگر بوہرہ قوم کے مفاد کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ تو اس مسئلہ مین قطعاً خاموش رہنا ہی مصلحت وقت سمجھا جائیگا ؎

یہ سچ ہے باغ مین اُس کی صدا کوئی نہیں سُنتا
مگر طوطی غلط شکوہ طراز گلستان کیوں ہو!

اخبار تاج آگرہ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء کا ایک نوٹ قابل دید ہے:۔

مُلا صاحب کی آواز تمام بوہرہ قوم کی آواز ہے

حضرت مُلا طاہر سیف الدین تمام بوہرہ جماعت کے مسلّمہ پیشوا ہین۔ اسس لیے اُن کی آواز حقیقت مین تمام بوہرہ جماعت کی آواز ہے۔ جو چند لوگ امام جماعت کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہے ہین۔ وہ "طوطی اور نقار خانہ" کے مصداق ہین۔ ہمیں تعجب ہے کہ گورنمنٹ بمبئی نے اب تک اس معاملہ کو اپنے ایک آخری فیصلے سے صاف نہیں کیا۔ امام جماعت کے خلاف فیصلہ کرنا گویا ایک بڑی جماعت کو مشتعل کرنا ہے۔ اگر آب تک کوئی رواداراًنہ فیصلہ ہوجاتا۔ تو وہ لوگ جو بوہرہ قوم میں اختلاف پیدا کرکے بعض نوجوانوں کو بزرگان جماعت سے متصادم کرنا چاہتے ہین۔ خود خاموش ہوجاتے ہین۔ ہم حکومت بمبئی سے ایک مرتبہ پھر عرض کرتے ہین۔ کہ وہ بوہرہ اوقاف کے متعلق امام جماعت کے احساسات کا لحاظ کریگی۔

حضرت ملا طاہر سیف الدین

ہمیں اپنے ذاتی ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت بمبئی بوہرہ جماعت کے اوقاف پر امام جماعت کی منشاء کے مطابق غور کرنے پر آمادہ ہوگئی ہے۔ اور اگر تحریک عدم تعاون۔ سول نافرمانی اور پیکٹنگ کے جھگڑے ملک میں نہ اٹھ کھڑے ہوتے۔ تو اب تک اس مسئلہ پر کب کی نظر ثانی ہو چکی ہوتی۔ ہم حکومت بمبئی کے ممنون ہیں۔ کہ اس نے ایسا ارادہ کرکے تمام بوہرہ جماعت کو ممنون و مسرور کرنے کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کی اس نازک وقت میں بے حد ضرورت تھی۔ اور ہم شاکر ہیں کہ حکومت بمبئی ملا صاحب کے مقاصد کا احترام کرنے پر آمادہ ہے۔ جو اس وقت مسلمانوں میں بڑی عظمت۔ عزت اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

ہم آیندہ کسی قریبی اشاعت میں حضرت ملا صاحب کے متعلق ایک ایسا بیان شایع کرنیوالے ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا۔ کہ حضرت ملا صاحب کا درجہ نہ صرف بواہیر میں بلکہ جنوبی ہند کے تمام مسلمانوں میں کیا ہے۔ اور اُن کے روحانی و باطنی تصرفات سے مسلمانوں کو کس درجہ فائدہ پہونچ رہا ہے۔

آگاہ ہو جو لذتِ کیف و سرور سے
واعظ بشوق بیعتِ پیرِ مغاں کرے

اخبار الخلیل دہلی اپنی اشاعت ۱۵ر فروری میں یوں رقم طراز ہے۔

ملا طاہر سیف الدین کے خلاف لایعنی پروپیگنڈہ

دنیا جانتی ہے۔ کہ بوہرہ جماعت اور جناب ملا طاہر سیف الدین صاحب کے زیر قیادت ...

لاکھوں روپے کے اوقاف کا اہتمام والفرام بہتر سے بہتر طریق پر ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اس جماعت کی مساجد، جماعت خانے۔ مدارس اور لنگر خانے آباد ہیں۔ سب ایک مذہبی سلک اتحاد میں منسلک ہیں۔ حکومت نے اس جماعت کی اسی عدیم النظیر تنظیم جماعتی کے پیش نظر اسے قانون اوقاف سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر اس جماعت کے اوقاف کی اچھی حالت نہ ہوتی۔ تو حکومت کبھی یہ قدم نہ اٹھاتی۔ یہ استثناء خود اس جماعت کے اوقاف کے بہترین انتظام کی دلیل ہے۔ تین برس کی ایک قلیل مدت میں یکایک ایسا انقلاب تو برپا نہیں ہو سکتا۔ کہ اوقاف میں ابتری پیدا ہو جائے اس دوران میں کم و بیش سو افراد کا گروہ بوہرہ جماعت سے اپنے اخراج کے انتقام کی روح کو لے کر کھڑا ہوا۔ حکام کے کان بھرے۔ اور انہوں نے نہایت غیر مآل اندیشی سے کام لیکر اس جماعت پر بھی قانون کا نفاذ کر دیا۔ ہمارا ایک جدید الشیوع مقامی معاصر خدا معلوم کن مقاصد کے پیش نظر اس مختصر جماعت کا آلہ کار بن کر ملا صاحب کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہو گیا ہے۔ ہم حکومت بمبئی سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ بوہروں کے اضطراب و جوش کے پیش نظر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ اور بد اندیشوں کے مشورے کو خاطر میں نہ لائے۔ کہ حالات کا اقتضا یہی ہے۔

ہمارے دوست مولوی عظمت علی حسرت نے ایک مدلل مضمون لکھ کر بوہرہ قوم کی تنظیم کی خوبیوں کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور آخر میں وہ دلائل بیان کئے ہیں۔ جن کی رو سے بوہرہ قوم وقف

ایلنگ سے مستثنی ہونا چاہیئے ہے۔ یہ مضمون مبصر کے سالنامے مین شایع ہوا ہے۔ اور اُسے ہم تمام و کمال ذیل مین نقل کرتے ہین۔

بوہرہ قوم اور تنظیم

مسلمان دُو بڑی جماعتوں مین منقسم ہین۔ ایک جماعت احناف اور دوسری جماعت شیعہ۔

جس طرح احناف میں مختلف گروہ نظر آتے ہین۔ اسی طرح دوسرے فریق میں بھی فروع کے لحاظ سے مختلف جماعتیں پائی جاتی ہین۔ اُن مین سے ایک بوہرہ جماعت بھی ہے۔ اس کے متعلق جہاں تک معتقدات کا تعلق ہے۔ کتب سیر و تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تفضیلیہ شیعہ کہے جایئن۔ کیونکہ بعض شعائر احناف سے ملتے ہین۔ تو دوسری طرف بعض امور اہل تشیع سے یہ ایک اجمالی علم ہے۔ جو ظاہر کیا گیا۔ تفصیل کیضرورت ہم ایسے محل پر غیر ضروری سمجھتے ہین۔ کیونکہ ہمارا موضوع اس سے مختلف ہے۔ ہمتو بوہروں کے پیشوائے اعظم کے نظام قومی اور شعائر پر تبصرہ کرتے ہوئے بوہرہ جماعت کی تنظیم سے بحث کرنا چاہتے ہین۔ اس سلسلہ مین بوہروں کے موجودہ مشاغل، طریق زندگی۔ اصول معاش۔ و معاشرت کا اجمالی ذکر آسانی فہم کیواسطے مناسب سمجھتے ہین۔ ملک مین اس قوم کا تعارف ایک تجارت پیشہ قوم کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی حیثیت اس قدر معروف و محبوب ہے کہ بوہرہ قوم کی وجہ تسمیہ قرار پائی۔ (بوہرہ لفظ بیوہار سے ماخوذ ہے) سب سے پہلے ہندوستان مین جہاں ان کا ظہور ہوا۔ وہ صوبۂ گجرات ہے۔ اسی حصۂ ملک سے اس قوم نے اپنی تجارت کی ابتدا کی۔ رفتہ رفتہ نسلیں بڑھیں۔ گجرات اور مضافات گجرات

ہیں دائرہ عمل تنگ نظر آنے لگا۔ تو وہ وہاں سے نکل کر ایسی جگہ آباد ہونے لگے۔ جو اُن کے مطمح نظر یعنی تجارت کے لیے معین و مددگار ثابت ہو۔ چند ہی روز میں ہر وہ مقام جہاں تجارت کو فروغ ہو سکتا تھا۔ اس قوم کا مسکن بن گیا۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ سورت۔ اُجین۔ برہان پور۔ خاندیس۔ جبل پور۔ بھوپال۔ رنگون مدراس۔ وغیرہ تمام تجارتی اور بڑے شہر ان کی تجارت کے مراکز ہیں۔ اور تجارت کا بڑا حصہ ان کے قبضہ میں ہے۔

کسی قسم کی تجارت ہو۔ اس کی نوعیت سے کوئی بحث نہیں۔ یہ بے تکلف اُسے پیشہ بنا لیتے ہیں۔ اگر کسی مقام پر ان کی دوکان تہذیب جدید کے زیر اثر آراستہ و پیراستہ نظر آئے گی۔ تو قریب ہی اُن کی قوم کے کسی فرد کو ایک نہایت معمولی درجہ کی تجارت میں اُسی مصروفیت و انہماک سے مشغول پائے گا۔ وہ کوتاہ بینوں کی طرح اپنی ناموس کیلئے کسی عمل کو تنگ نہیں خیال کرتے۔ کیونکہ اسی اصولی غلطی میں مبتلا رہ کے دوسری قومیں تباہ و برباد ہیں۔

ملازمت کو ذریعۂ معاش بنانے کا سودا کبھی اُن کے دل و دماغ پر مسلط نہیں ہوا۔ اسی واسطے یہ قوم عام طور پر خوش حال ہے۔

عام طور پر تعلیم حسب ضرورت حاصل کرتے ہیں۔ کہ جس سے اُن کے محبوب پیشہ میں ترقی ہو۔ وہ اپنی تجارت سے اس قدر دل چسپی رکھتے ہیں۔ کہ کسی سوسائٹی کسی انجمن کسی محفل میں اُن کا جی نہیں لگتا۔ اُن کی گفتگو کا موضوع تجارت ہوتا ہے۔ ملکی قومی سیاسی ہنگاموں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ عادات و خصائل کے اعتبار سے نہایت متین و سنجیدہ منکسر المزاج و متواضع بے انتہا خلیق اور ذہی

مروت ہوتے ہیں۔ غالباً ان کی ترقی تجارت کا راز یہی عجز و انکسار اور یہی خلق و تواضع ہے۔ مذہبی زندگی بوہروں کی قابل رشک ہے۔ جو ان کی وضع و ملبوس رفتار و گفتار فعل و عمل صورت و سیرت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس قوم نے باوجود اتنی مدت تک دیگر اقوام سے میل جول کے نہ اپنے طرز عمل کی تبدیلی کے متعلق کوئی قدم اٹھایا۔ نہ تغیر وضع و لباس میں کوئی پیش قدمی کی۔ جو لباس واضعان مذہب نے تجویز کر دیا۔ وہ اُن کی مرغوب وضع ہو گئی۔ جو اعمال مقتدائے مذہب نے تعلیم کے لیے پیش کیئے۔ وہ محبوب دستور العمل سمجھے۔

ہمارے متذکرہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بوہرے عام طور پر جاہل رہتے ہیں۔ بلکہ تجارت کے لیے جس قدر تعلیم ضروری ہے۔ وہ حاصل کر کے اپنا وقت ضایع نہیں کرتے۔ اُن کے اکثر افراد مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کا مقصد تجارت نہیں۔ بلکہ خدمت مذہبی ہوتی ہے۔ انگریزی تعلیم بھی وہ حسب ضرورت حاصل کرتے ہیں۔

ملبوس کا اشتراک باہمی اسبات کی بین دلیل ہے۔ کہ اُن کو اپنے پیشوائے قوم کا اتباع کسقدر عزیز ہے۔ لباس کے لیے دیہات اور شہر کی تخصیص نہیں نہ غریب امیر جوان۔ بوڑھے کی وضع قطع میں کسی قسم کا فرق ہے۔ یہ باہمی تشارک محض لباس پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ صورت و سیرت میں بھی نمایاں رہتا ہے۔ کوئی فرد نہ کبھی ڈاڑھی منڈواتا ہے۔ نہ مونچھیں رکھتا ہے۔ واعیات حیات میں بھی تقریباً انفرادی طور پر ایک دوسرے کا شریک ہے۔ منشی اشیاء کا استعمال نہیں کرتے۔ اور یہاں تک انہماک ہے کہ ایسی چیزوں کی تجارت بھی نہیں کرتے۔

جس قوم میں مذہبیت زیادہ ہوگی۔ عصبیت اس کا جزو اعظم ہوگی۔ اور یہ مذہبی غلو قوم کے لیے مبارک فال ہے۔ دوسری قوموں کی طرح نقش و نگار طاق نسیاں پر اپنے مذہبی شعائر کو یہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ مذہبی عظمت میں شدت ان کے تعصب کی آئینہ بردار ہے۔ اور کوئی بعید نہیں کہ یہی اوصاف اس قوم کے بقا و استقامت کا سبب ہوں۔

اس قوم کے عادات و اطوار طریق تمدن طرز معاشرت وغیرہ کا اجمالی ذکر ہم نے کر دیا۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی قومی تنظیم کی تفصیل سے پہلے ان کے عالم وجود میں آنے کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالیں۔ بوہرے دراصل تو مسلم ہیں۔ جنہیں مذہب اسمٰعیلی کے مبلغین نے مصر و یمن سے ہندوستان میں آکے دولت اسلام سے مشرف کیا۔ اور اپنی روش پر اس قدر مضبوطی سے قائم کیا۔ کہ یہ قوم آجتک اپنے جادہ سے قدم نہیں ہٹاتی۔ اتنا خبانے کے بعد چند سطروں میں یہ بھی لکھنا ہے۔ کہ فرقۂ اسمٰعیلیہ جس کی تبتع بوہروں نے کی۔ وہ درحقیقت کیا ہے۔ اور اس کے مبلغین کا حقیقی مشن کیا ہے۔ نیز وہ کونسے زریں اصول تھے جو بوہروں نے آویزہ گوش بنا لیے۔ اور سچ پوچھیئے۔ تو عرب و عجم جہاں سے اس مذہب کی ابتدا ہوئی تھی۔ تقریباً نابود ہوگئے۔ لیکن ہندوستان میں اسقدر استحکام ہے۔ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بعد اسمٰعیلی اکیس اماموں کو مانتے ہیں۔ ان کا سلسلہ یوں ہے۔ کہ ان کے بارھویں امام عبداللہ المہدی سے لیکر امر باللہ مبسویں امام تک یہ پیشوایان قوم یا ائمہ مذہب مصر اور دیگر ممالک پر سلطنت کرتے رہے۔ جو خلفائے فاطمین کے نام سے تاریخوں میں یاد کیے جاتے ہیں

ان کے آخری امام طیب ہیں۔ جنہوں نے کم سنی میں غیبت اختیار کر لی۔ اس کے بعد دعاۃ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پہلے داعی ذویب بن موسیٰ سلطان یمن تھے۔ یمن میں تئیس ۲۳ دعاۃ گذرے۔ اور چوبیسویں داعی سے یہ سلسلہ ہندوستان میں منتقل ہو گیا۔ اور مختلف بوہرہ خاندانوں میں جاری رہا۔ بالآخر موجودہ داعی سیدنا ابو محمد طاہر سیف الدین کے حقیقی جد کے عم بزرگوار سیدنا محمد عز الدین (یہ ایک فاضل جلیل شیخ جیون جی کے فرزند تھے۔) اس خاندان کے پہلے داعی منصوص ہوئے۔ ان کے بعد بڑے بھائی سیدنا طیب زین الدین پھر محمد بدر الدین (یہ اس خاندان سے علاقہ دامادی رکھتے تھے) ان کے بعد سیدنا طیب زین الدین کے صاحبزادے سیدنا عبد القادر نجم الدین ان کے بعد اُن کے بھائی سیدنا عبد الحسین حسام الدین اُن کے بعد سیدنا نجم الدین کے صاحبزادے سیدنا محمد برہان الدین؛ ان کے بعد سیدنا حسام الدین کے فرزند ارجمند سیدنا عبد اللہ بدر الدین ان کے بعد موجودہ داعی یعنی سیدنا ابی محمد طاہر سیف الدین؛

ان کے عقائد میں۔ امام معصوم۔ اور داعی کا معصوم ہوتا ہے۔ اور امام و داعی تمام مذہبی و معاشرتی امور کے نگراں اعلیٰ ہوتے ہیں۔ تمام قومی املاک مذہبی ادارات انہیں کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ جو قوم جماعت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس پر قانون کا نافذ ہونا لازمی ہے۔ اور جب قانون کا لازمی ہونا لازمی ہوتا ہے۔ تو نافذ کرنیوالا بھی چاہیئے مختصر یہ کہ انسانی اجتماع کیواسطے حکمران از بس ضروری ہے۔ تاکہ ایک خاص ضابطۂ قانون کیساتھ راہ عمل بتائے ظلم و جہل عدوان و بغاوت کذب و فساد کا اس سے ازالہ ہو۔ علم و رحم خلوص

ومحبت اور صداقت واخلاص پیدا کیا جائے۔ ایسی صورت مین اگر یہ ضابطہ وقاعدہ آئین وقانون شریعت الٰہیہ کے بموجب ہو۔ تو احکام خداوندی سُنا کے اقوال رسول اور افعال ائمہ کرام کے امثال سے قوم کو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کا درس دے۔ تقویٰ و تورع اختیار کرنے کی ہدایت کرے۔ عذاب و ثواب کا فلسفہ سمجھائے۔ اوامر کو رغبت و نواہی سے نفرت پیدا کرائے۔ باہم اتفاق و اتحاد خلوص ومحبت قائم رکھنے کی مصلحت سمجھائے۔ ہمدردی واخوت کا سبق دے۔ بالاعلان کہے۔ کہ تم وہ راستہ اختیار کرو۔ جسے پروردگار عالم نے تمہارے واسطے پسند کیا ہے۔ ہر شخص اس تعلیم وتلقین سے بخوبی سمجھ جائے گا۔ کہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی حج وزکوٰۃ پر عمل درآمد شریعت وطریقت پر چلنا ازبس ضروری ہے۔ اس فلسفۂ تمدن کو سمجھنے کے بعد ہر قوم یا جماعت اپنا حکمران یا پیشوا انتخاب کرنے پر مجبور ہے۔ اُس کی ذاتی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے مقتدی کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اور اطاعت وفرمانبرداری کے تمام لوازم بجالائے۔

غرضیکہ ہر ملک کا کوئی مالک ہر سلطنت کا کوئی سلطان ضرور ہوتا ہے۔ اور اپنی سیادت کو تسلیم کرا کے نفاذ قانون کا مجاز ومختار ہو جاتا ہے۔

بوہرہ جماعت اسی مذکورۂ بالا اصول کے تحت مین اپنے پیشوائے اعظم کی رشد وہدایات پر عمل پیرا ہے۔ ورنہ جس مذہب کی بنیادیں ہل چکیں۔ اپنے مرکز ارتقاء سے قطعاً بعید ہو چکا۔ جب تک اُس مین خاص نظم اور اعلیٰ بندوبست نہ ہو۔ ہرگز اُس کے نشو ونما کا امکان نہیں رہتا۔ خلاف اس کے بوہرہ قوم ہر اعتبار سے ممتاز اور تدریجی ترقی مین مصروف ہے۔

اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سابق پیشوایانِ قوم نے اگرچہ ایک نظام عمل مرتب کر دیا ہے۔ اور وہ اس حد تک جامع و مکمل ہے۔ کہ اس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ لائحہ عمل خود بخود اپنا عمل کرے گا۔ کسی اصول کے وضع کرنے سے زیادہ اس پر لوگوں کا کاربند رہنا دشوار ہے۔ یہی وہ بات ہے۔ جس پر ایک پیشوائے جماعت یا قوم بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ جس کے زمانہ میں کسی مذہبی انتظام میں نقص یا خلل نہ پیدا ہو۔ دوسری صورت زیادہ اہم اور زیادہ مبارک یہ ہے کہ شدید ترین رخنہ اندازیوں اور قضایا کو فرو کرنے میں کامیابی پر ناز ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے اہم واقعات اور اختلافات محض حسن تدبیر سے انجام پا گئے۔

بہر نوع بوہرے اپنی تنظیم کو جس طرح قائم رکھتے ہیں۔ اُن کا اجمالی خاکہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے صحیح طور پر اندازہ کیا جا سکے گا۔ کہ بوہرہ جماعت کی تنظیم نہایت درجہ قابل قدر ہے۔ اور شاید مسلمانوں کے کسی فرقہ میں یہ باقاعدگی اور مکمل تنظیم نظر نہ آئے گی۔

سیدنا طاہر سیف الدین موجودہ پیشوائے بوہرہ جس وقت سے مسند دعوت پر رونق افروز ہوئے۔ اس سے بہت پہلے اس نظام کی اساس کو سمجھے ہوئے تھے اسی تجربہ کی بناء پر آپ نے قدیم نظام و انتظام میں کوئی مداخلت نہیں کی متقدمین سے جو طریقہ چلا آتا تھا۔ وہی جاری رکھا۔ ہر شہر میں ایک عامل (گورنر) منجانب پیشوائے قوم مقرر ہوتا ہے۔ اور وہی اختیارات لیئے ہوئے اپنی جگہ پر مامور ہوتا ہے۔ جو خود پیشوائے قوم کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ محض اختیارات کمیٹی متعلق ہے

لیکن اعزاز و اہتمام و اختیارات وغیرہ خصوصیات سے اُسے کوئی علاقہ نہیں ہوتا
اس قوم کا کوئی کام بغیر پیشوائے قوم کی اجازت کے نہیں ہوتا۔ اس لیئے عامل کو اجازت
حاصل کرنے کے ذرائع کا خاص انتظام کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ مقام قیام سے نقل
و حرکت کی زحمتوں سے بچیار ہے۔

عامل کے فرائض صرف تعلیم و تلقین مذہب امامت و وعظ و پندہی پر ختم
نہیں ہوجاتے۔ بلکہ وہ جماعت کے ہر کام میں مفید و کار آمد مشورہ دینے کا مجاز ہوتا
ہے۔ اور کام کا آغاز و انجام اُسی کے حکم پر منحصر ہے۔

عامل ہر فرد کے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ مذہبی پابندیوں کی نگرانی
کرتا ہے۔ اُن کو درستی اخلاق کا درس دیتا ہے۔ اصلاح عمل میں سعی کرتا ہے
نماز جماعت و جنازہ وہی پڑھاتا ہے۔ زکوٰۃ وہی وصول کرتا ہے۔ ماہ رمضان
المبارک میں مواعظ سے لوگوں کے قلوب روشن کرتا ہے۔

غرضکہ عاقبت اور آخرت کے درست کرنے کی ہر وہ تدبیر کرتا ہے۔ جو پیشوائے
قوم کو کرنی چاہیئے۔ اور ہر وقت اصلاح نفس و اخلاق کی طرف متوجہ رہتا
ہے۔ پیشوا بطور خود عامل کا نگراں رہتا ہے۔ اور حسب ضرورت اپنی ہدایات
سے مطلع فرماتا ہے۔ جبر و تشدد اس قوم کا شیوہ نہیں۔ اس لیے عامل نہایت
نرم لب و لہجہ میں جس قسم کا مسئلہ ہو احکام شرعیہ سے خبردار کر دیتا ہے۔
مقدمات کا فیصلہ شریعت کی رو سے ہوتا ہے۔ ہر شہر میں جہاں یہ قوم آباد
ہے۔ ایک خاص مدرسہ بھی ہوتا ہے۔ اور اساتذہ اسی قوم کے ہوتے ہیں۔ کبھی
کسی دوسری مسلم اقوام سے بھی معلمین کا انتخاب کرلیا جاتا ہے۔ مدرسہ

کی نگرانی بھی عامل کے ذمہ ہوتی ہے۔ مدرسہ مین معائنہ کی غرض سے آسے اکثر جانا پڑتا ہے۔ ان مدارس میں قدیم طریق تعلیم ہے۔ جو اگلے مکاتیب میں تھا۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوتی ہے۔ اور معمولی وضروری باتوں کا علم ہوجانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے۔ تو پیشوائے قوم کے مدرسہ مین حاصل کرسکتا ہے (یہ مدرسہ سورت مین ہے)

الغرض تمام مقامی امور عامل کی اجازت سے طے پاتے ہین۔ ہر عامل ایک شہر مین تین سال کے واسطے معین کیا جاتا ہے۔ اور حسن کارگذاری کیساتھہ اُس کا تبادلہ بہتر صورت مین عمل پذیر ہوتا ہے۔ ہر دوسرے سال ایک ناظر دورہ کرتا ہے۔ جسے اُن کی اصطلاح مین صاحب دعوت کہتے ہین۔ یہ عہدہ دار زکوٰۃ وغیرہ وصول کرتا ہے۔ اور دوسرے تمام قضایا وامور کی نگرانی اور فیصلے کرتا ہے۔ اس کا درجہ عمّال سے بہت بلند ہوتا ہے۔ جو قضایا عوامل طے نہین کرسکتے وہ داعی وقت کے سامنے پیش کیئے جاتے ہین۔ اور اُن کی رائے فیصلہ کن ہوتی ہے؛

امورِ مذہبی مین جو مسائل درپیش ہوتے ہین۔ اُن مین داعی وقت کا فیصلہ ناطق سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ داعی اپنے اسلاف کی تقلید کیساتھہ ہی قوم بوہر کی مذہبی ومعاشرتی نمایاں ترقیوں کے خاص طور پر ضامن ہین۔ مدارس مساجد، مسافرخانے؛ جماعت خانے؛ یا دوسری قومی عمارات جس کثرت کے ساتھہ آپ کے عہد زرّین مین تعمیر ہوئیں۔ اس سے پہلے نہیں ہوئیں؛ اور اُن کا انتظام بھی بہت زیادہ ممتاز وقابل قدر ہے۔

ملا صاحب (پیشوائے اعظم بوہرہ) نے اپنی خاص آمدنی سے کئی عمارتین یادگار زمانہ تعمیر کرائین۔ اُن میں سب سے زیادہ بڑی اور اعلیٰ عمارت؛ غرّۃ المساجد شہر بمبئی کے محلہ اسلام پورہ میں واقع ہے۔ اس کا فوٹو رسالہ ہذا میں موجود ہے۔ اس کے بعد وہ عمارت ہے۔ جو المحل السیفی کے نام سے مکہ مکرمہ مین موجود ہے۔ یہ عمارت بوہرہ حجاج کے قیام کی غرض سے تعمیر کیگئی ہے۔ اس کی موجودگی میں بوہروں کو کثیر فوائد حاصل ہوتے ہین۔ کمرے صاف کشادہ اور آرام دہ ہین۔ روشنی اور پانی وغیرہ کا بکثرت انتظام ہے۔ (فوٹو منسلک رسالہ ہذا ہے) اپنی قوم کے واسطے آپ نے بہ کثرت عظیم الشان کام انجام دیئے ہین۔ جن کا اعادہ اس لیئے ضروری نہیں۔ کہ یہ تو ان کے شایان شان ہے۔ البتہ دیگر فرق اسلام کی رعایت بھی آپ بڑی فراخدلی سے کرتے ہین۔ سورت کے یتیم خانے اسلامیہ کی اعانت فرمائی۔ طبیہ کالج دہلی۔ یتیم خانہ جبل پور متعلقہ انجمن اسلامیہ؛ عربک کالج دہلی شیعہ کالج لکھنو کی تعمیر مسجد کے سلسلہ مین مسجد اقصیٰ کے لیے کراچی کالج مین عربی صیغہ کی امداد۔ شیعہ یتیم خانہ لکھنو کا "الباب السیفی" آپ کے بارش اکرام وہمدردی اسلام کا نتیجہ ہے۔ (الباب السیفی، کا فوٹو بھی رسالہ ہذا میں دیا جاتا ہے)

آپ کی اسلامی خدمات میں سے اجل واہم خدمت فلسطین ہے جسمیں آپ نے عظیم الشان جلسہ بمقام بمبئی کرایا۔ اس کی افتتاحی تقریر کا خلاصہ ضیافت طبع ناظرین کی غرض سے ذیل مین دیا جاتا ہے۔ جس سے آپ کی اسلامی ہمدردی اور مذہبی حمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ وھوہذا۔

"جناب صدر و برادران اسلام"!

"مسئلہ فلسطین کی اہمیت تمام مسلمانان عالم محسوس کرتے ہیں۔ فلسطین وہ جگہ ہے۔ جہاں بیت المقدس ہے مسجد اقصیٰ اور حرم شریف ہے۔ اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے اپنی برکت نازل کی ہے۔ میں آجتک کسی مجلس یا سیاسی جلسہ میں شریک نہ ہوا۔ اگرچہ اور لوگوں کے ساتھ اسلام کے لیے جس قدر کوشش ہوسکتی تھی۔ وہ کرتا ہوں اس مسئلہ کی اہمیت دیکھ کر میں نے ضروری سمجھا۔ کہ فلسطین کانفرنس منعقد کی جائے۔ مسئلہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کے مسلمانوں کی دلی خواہش کو پورا کرنے کے ارادہ سے میں نے قبول کرلیا۔ اور اللہ کی حمد اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات پڑھنے کے بعد اس کانفرنس کا افتتاح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتا ہوں۔"

میرے بھائیو! مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں تمہارا سچا خیرخواہ ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ بلکہ مجھے یقین ہے۔ کہ ہماری بہبودی اس میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں۔ جو بوساطت آنحضرت صلعم ہماری طرف پہونچائے گئے ہیں۔ اس کی تعمیل اپنی استطاعت کے مطابق ہمیشہ کرتے رہیں۔ اس میں ہماری بہبودگی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہم کو جزا دے گا۔ روزہ نماز واجب ہے۔ اس کے ساتھ دین کی تکمیل بھی ضروری ہے۔ آپ یہ خیال نہ کریں۔ کہ سیاست

شریف کے مطابق نہ عمل کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

توحید ہمارا دین ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ فرمان آلٰہی کی تعمیل کریں۔ اور مسلمانوں کو متحد و متفق کریں۔

اے برادران دین! ہمکو لازم ہے۔ کہ ہم اپنے اس کام یعنی فلسطین کے واسطے جس کے لیئے یہ کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ جو کام کرنا ہو استقلال۔ جرات ہمت سے کام لین۔ کفایت شعاری و صدق نیت سے انجام کو پہونچایئں۔ جو ہمارے سچے خیر خواہ ہوں۔ اونکو سچے خیر خواہ گردانیں۔ ہم اسلام کی پابندی کے بعد اپنے سیاسی امور قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق انجام دے سکتے ہین۔ اللہ سے امید ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔ کہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ہم کو جزا حاصل ہوگی اور فلاح پانیوالوں مین سے ہوں گے"۔

باوجود دینی اشتغال کثیرہ کے آپ صاحب تصانیف ہین اسوقت تک آپ کے قلم ندرت رقم سے پندرہ کتابیں منصہ شہود پر آچکی ہیں۔ جملہ تصانیف بزبان عربی ہیں۔ عربی زبان کے آپ نہایت اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔ آپ کا کلام اکثر نعت نبی یا مدح ائمہ ہدیٰ میں ہوتا ہے۔

آپ کی ہر دل عزیزی کا یہ عالم ہے۔ کہ جس مقام پر ورود مسعود ہوتا ہے وہاں کے اکابر و عمائد شاندار استقبال کا اہتمام کرتے ہین۔ زعمارء مشاہیر اہل

... ہیں ہو جاتا۔ ... واقعات کے ... کرنے کے بعد ہمیں

جو کچھ معلومات بہم پہونچے ہین۔ اُن کی بناء پر ذیل مین مسئلہ وقف کے متعلق جو بوہروں کو نقصان پہونچانے کے لیئے بعض اہل قوم وملت حضرات کی مساعی مشکور ہین۔ یہ نقصان دراصل پیشوائے اعظم کا نہیں۔ بلکہ قوم کا ہے۔ ہم اُن دلائل کو نمبروار ذیل میں درج کرتے ہین۔ جن سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ بوہرہ اوقاف کو قانون اوقاف کے تحت میں نہ آنا چاہیئے۔ "مدیر"

دلائل متعلقہ قانون وقف ماخوذ

(۱) ہمارا عقیدہ ہے۔ اور اس مین جملہ عالم اسلام بھی شریک ہے کہ اوقاف کی حیثیت عبادت گاہ ہونے کی وجہ سے پاک اور مقدس ہوتی ہے۔ اس لیے کسی غیر مسلم کی مداخلت اوقاف میں ہرگز روا نہیں ہے۔ یہ تو متفقہ اسلامی عقائد کا فیصلہ ہے۔ جس میں سُنّی۔ شیعہ اور بوہرے سب شریک ہین۔

(۲) خلفائے راشدین کے وقت میں دستور تھا۔ کہ زکوٰۃ جزیہ اور دوسرے ٹیکس بیت المال میں جمع ہوتے تھے۔ اور اوقاف کی نگرانی بھی خلفاء راشدین اور اُن کے مقرر کردہ عمال کیا کرتے تھے۔ اُسی نہج اور طریقہ پر ہمارے یہاں اب تک عمل ہو رہا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل شریعت حقہ کے مطابق ہے

(۳) ہم صدیوں اسلامی بادشاہوں کی رعایا رہے۔ مگر کسی نے ہمارے نظام جماعت میں مداخلت نہیں کی۔ چنانچہ ہمایوں سے لے کر اورنگ زیب تک جملہ شاہان اسلام نے ہمارے انتظام مین مداخلت نہیں کی۔ اور ہمارے

پیشوائے اعظم برابر مساجد کا انتظام کرتے اور ان میں اپنی طرف سے پیش علم مقرر کرتے تھے۔ اور اسی طرح دوسرے اوقاف کا بھی انتظام فرماتے تھے۔ البتہ دوسرے اوقاف کا انتظام شاہان وقف کیا کرتے تھے۔ یہ ہمارے ساتھ خاص رعایت و مہربانی تھی۔ اور اس کا سبب یہ تھا۔ کہ ہمارے اوقاف کی حالت بہت اچھی تھی۔

(۴) ہم اپنے پیشواؤں کو نائب امام داعی المطلق کا معصوم اور جملہ قومی اور مذہبی امور کا نگران اعلیٰ من حیث المرتبہ مانتے ہیں اور ان کے احکام کی تعمیل کو باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ جو بوہرہ اس کی مخالفت کرے۔ وہ بوہرہ نہیں پس ہمارے نزدیک ہمارے پیشوا کی پوزیشن نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس لیے کوئی غیر ان سے کسی قسم کا محاسبہ یا حساب فہمی کا مطالبہ کرے اُسے ہم ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

(۵) ہم نے جہاں تک تحقیق کیا ہے۔ اور علمائے اسلام سے اس معاملہ میں مشورہ کیا ہے۔ وہ بھی صاف صاف لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلم وقف ایکٹ جائز نہیں۔ اور کسی غیر مسلم کی مداخلت وقف میں ہرگز روا نہیں۔ مگر کیا کیا جائے۔ جب دو بلائیں نازل ہوں۔ تو آسان کو اختیار کر لینا چاہیئے ایک طرف اوقاف کی بدنظمی اور غبن وغیرہ کے واقعات ہیں۔ اور دوسری طرف مسلم وقف ایکٹ ہے۔ اس لیئے ہم قانون کو پسند کرتے ہیں۔ کہ اس سے اوقاف کا وجود تو باقی رہتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو اوقاف عمدہ حالت میں نہ ہوں۔ جن کے منتظم متدین اور امانت دار ہوں۔ ان

میں صریح مداخلت ہے۔

(۶) ہمارے اوقاف کا انتظام اس اصول پر ہے۔ کہ شہر کے اوقاف کا انتظام مقامی متمول اور دیانت دار شخص کے سپرد ہوتا ہے۔ اور عامل وقت جو پیشوائے وقت کی طرف سے بطور حاکم کے مقرر ہوتا ہے۔ وہ نگرانی کرتا ہے پھر ہر سال یا دوسرے سال ایک ناظر دورہ کرتا ہے۔ جو بڑی پوزیشن کا مالک ہوتا ہے۔ وہ بھی اوقاف کی دیکھہ بھال کرتا ہے۔ اور جب کبھی پیشوائے اعظم دورہ کرتے ہین۔ تو وہ خود اوقاف کی بہتری کے لیے سعیٔ خاص فرماتے ہین۔ اور جو اوقاف کا منتظم ہوتا ہے۔ وہ ہر سال یا ہر چھپٹے مہینے اوقاف کا حساب پیشوائے اعظم کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فیض حسینی جو ایک بڑا ادارہ ہے۔ اس کا مکمل حساب ہر سال شایع ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے اداروں کا حساب شایع ہوتا ہے۔ مگر یہ سب پیشوائے زمانہ کی ہدایت کے ماتحت ہوتا ہے پس جب کہ مسلم وقف ایکٹ نافذ ہوگا۔ تو منتظمین کو بجائے اپنے پیشوائے اعظم کے چھوٹی چھوٹی عدالتوں مین حساب پیش کرنا پڑے گا۔ اور یہ ہمارے پیشوائے اعظم کے وقار اور منصب کو صدمہ پہونچانے والا فعل ہے۔ ہم کو یقین ہے۔ کہ کوئی بوہرہ ایسی حرکت کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ جس سے اُس کے پیشوائے اعظم کی کسر شان اور اس کے وقار کو نقصان پہونچتا ہو۔

(۷) ہمارے اوقاف اور دیگر اسلامی اوقاف کی حیثیت میں فرق ہے۔ جو غائر نظر سے دیکھا جائے۔ تو بہت بڑا ہے۔ ہمارے یہاں مسجد۔ قبرستان

اور دوسری املاک اسی وقت حقیقی معنوں میں مسجد قبرستان کہے جا
سکتے ہیں۔ جب وہ ہمارے پیشوائے اعظم کی اجازت سے بنائے گئے ہوں۔ اور
اُن کی تقدیس خود انہوں نے فرمائی ہو۔ علاوہ ازیں ہمارے جملہ اوقاف پیشوائے
اعظم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور انہیں کے تصرف و اختیار میں دیئے جاتے ہیں
اور اس قسم کے اوقاف ہرگز ہرگز قانون وقف کے ماتحت نہیں آسکتے۔

(۸) بعض لوگوں کو ہمارے اس عقیدے پر کہ ہم اپنے پیشوائے اعظم کو کالمعصوم
مانتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ دعاۃ کا سلسلہ
آج آٹھ سو سال سے قائم ہے۔ اور اس عرصہ میں پچاس ۵۰ دعاۃ ہوئے ہیں۔
مگر کسی ایک داعی کی طرف کوئی ایسا فعل منسوب نہیں کیا گیا۔ جو ان کے دعویٰ عصمت
کے خلاف ہو۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے۔ اور اکیاون ویں داعی سیدنا مولانا
طاہر سیف الدین صاحب ہیں جن کے تقدس و بزرگی کا ایک عالم قائل ہے
پس یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ہم ایسے کالمعصوم کی اطاعت اور نگرانی کو
چھوڑ کر ان معمولی عدالتوں کے سامنے اپنے مذہبی اداروں کا حساب پیش کریں جو
عدالتیں خطاؤں سے منزہ نہیں ہیں۔

(۹) بمبئی میں چاندہ بھائی گلہ کیس کے نام سے ایک مقدمہ چلا تھا جس میں
یہ فیصلہ صادر کیا گیا۔ کہ گولک کا حساب ایڈوکیٹ جنرل ہر سال ملاحظہ کیا کریں
گے۔ اس کو دیکھکر بوہروں نے دوسری گولک اُس کے قریب رکھدی۔ اور
اس میں روپیہ ڈالنا شروع کیا۔ اب یہ حالت ہے۔ کہ پہلی گولک میں صرف چند
سکے نکلتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف دوسری گولکیں سے ہزارہا روپیہ برآمد

[illegible] مذہبی جذبات کا لحاظ
نہ کیا۔ تو آیندہ بوہرے املاک کو وقف کرنے کے بجائے اپنے پیشوائے اعظم کی
خدمت مین ہبہ کردیں گے۔

(۱۰) قانون وقف کے عائد ہونے کے بعد جو لوگ اعزازی کام کرنے والے
ہین۔ وہ عدالتوں کی ہدایتوں کے مطابق حساب کتاب لکھنے اور عدالتوں کی باز
پرس کو ایک ناقابل برداشت تکلیف سمجھیں گے۔ اور اوقاف کے انتظام سے
دست بردار ہوجائیں گے۔ اور آیندہ تنخواہ دار منتظم رکھنا پڑیں گے۔ اور اس سے
اوقاف کو مالی خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ اور انتظام بھی خاطر خواہ نہ ہوگا۔

(۱۱) اوقاف کی آمدنی پر آڈٹ کی فیس پانچ روپیہ فیصدی مقرر ہے۔ اور یہ
وقف کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس لیئے قانون وقف بجائے اس کے کہ لوگوں کو
واقف کی منشاء کے مطابق عمل کرائے۔ واقف کے خلاف منشاء کام کراتا ہے۔

(۱۲) قوم کی تنظیم:- قوم کا اتحاد اسی وقت قائم رہتا ہے۔ جب قوم مین کوئی مرکز
ہو۔ بوہرہ قوم میں یہ بات اُن کے پیشوائے اعظم کو حاصل ہے۔ اور آپ کی
ذات والا صفات ایک مرکز ہے۔ جس کی طرف تمام افراد رجوع ہوتے ہین۔ اگر
مختلف شہروں کا حساب مختلف شہروں کی عدالتوں مین پیش ہو۔ تو اُس
قوم کی مرکزی قوت کو بڑا نقصان پہونچے گا۔ اور جو تنظیم و اتحاد ابھی بوہرہ قوم مین
موجود ہے۔ وہ باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ ابھی بوہروں کے جملہ اوقاف ایک بزرگ
ہستی کے ماتحت ہونے سے ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہین۔ لیکن
جب قانون وقف عائد ہوگا۔ تو سب اوقاف الگ الگ اور جدا جدا شمار کیے

جائیں گے۔

(۱۳) اب رہی ہمارے دشمنوں کی ریشہ دوانیاں بالفرض اس کو مان لیا جائے کہ ہمارے دشمن وقف ایکٹ کے مداح ہیں۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ بوہرہ قوم بھی اس کے پھندے سے محفوظ نہ رہے۔ تو ہم عرض کریں گے۔ کہ ان مخالفین کی تعداد سو سے زیادہ نہیں ہے۔ اور ہماری تعداد تین لاکھ سے زائد ہے۔ (یعنی مخالفین قانون وقف) پس اس صورت میں گورنمنٹ کو جمہور کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یا چند خود غرض بندوں کی ذاتی اغراض کا۔

ہم کوشش کریں گے۔ کہ کسی آئندہ اشاعت میں بوہروں کے متعلق مزید دلچسپ حالات بیان کریں۔ لیکن اس وقت طوالت کے خیال سے اس مضمون کو ختم کئے دیتے ہیں۔ اگر ناظرین بوہروں کے مفصل اور دل آویز تاریخی واقعات دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو سیدنا ابی محمد طاہر سیف الدین کی سیرت بابرکت میں ملاحظہ کریں گے۔ جس کتاب کو ہر پہلو سے بہتر بنانے کی تمام امکانی کوشش صرف کر دی گئیں اور غالباً بہت جلد یہ ادبی۔ علمی اور تاریخی کارنامہ فردوس نگاہ بننے والا ہے"

اخبار "تاج" آگرہ نے رسالہ مبصر لکھنؤ کے مضمون سے متاثر ہو کر ذیل کی رائے قائم کی ہے"

بوہرہ قوم کی عالمگیر موافقت

معزز معاصر "مبصر" نے اپنے جدید سالنامے میں بوہرہ قوم اور تنظیم کے عنوان سے ایک مفصل و مدلل مضمون لکھ کر یہ ثابت کیا ہے۔ کہ وہ

عادات وخصائل اور تعلیم و تنظیم میں مسلمانوں کی ایک ممتاز جماعت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس مضمون میں اُن کی معاشرتی ۔ مذہبی ۔ تمدنی اور کاروباری زندگی پر بھی نظر ڈالی گئی ہے ۔ پھر ان کی تاریخ لکھی گئی ہے ۔ پھر دعاۃ کا ذکر کر کے سیدنا حضرت ملّا طاہر سیف الدین کی مذہبی جماعت اور ادبی خدمات کو سراہا گیا ہے ۔ اس کے بعد اوقاف کا ذکر ہے ۔ اور اُن کے قابل اطمینان انتظامات کا حال ہے ۔ آخر میں وہ دلائل بھی درج ہیں ۔ جن کی بنیاد پر بوہرہ قوم کے تین لاکھ افراد اپنے اوقاف کو "وقف ایکٹ" سے محفوظ رکھنے کے مطالبے میں حق بجانب ہیں ۔ معاصر "مبصر" کے اس طویل تبصرہ سے واضح ہو جاتا ہے ۔ کہ بوہرہ جماعت کی موافقت اور اُن کے مقاصد کی تائید میں اپنے اثرات اور اپنی قوتیں روز بروز بڑھا رہی ہیں ۔ شیعہ، سنّی ۔ جرائد برابر ان کی تائید میں قلم کو جنبش دے رہے ہیں ۔ ان تمام تائیدوں اور موافقتوں کی موجودگی میں ناممکن ہے ۔ کہ حکومت بمبئی بوہرہ قوم کے جذبات کا احترام نہ کرے ۔ اور محض مٹھی بھر مخالفین کے کہنے سے جن کی تعداد سو سوا سو سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے ۔ تین لاکھ سے زیادہ بوہروں کو ناراض کر دے ۔

آتشِ گلزار ہیں نغمے طیور خاص کے
چند چڑیوں کا چہکنا گرمیٔ گلشن نہیں

اخبار تاج آگرہ کی مزید رائے منقول ہے :-

یہ تمام بوہرہ قوم کا مطالبہ ہے

داؤدی بوہرہ اوقاف کو ایکٹ سے بری کرانے کے لیے اس وقت تمام بوہرہ جماعت متفق الرائے ہے ۔ معاصر "طاقت" کا یہ لکھنا کہ صرف چند آدمی اسے بری کرانا

چاہتے ہیں مطلق لاعلمی اور حق پوشی محض پر مبنی ہے۔ اکثریت اور اقلیت کی حقیقت دفتر اخبار میں بیٹھکر بعض غیر ذمہ دارانہ خطوط اور اطلاعات سے آشکار نہیں ہوتی اگر "معاصر طاقت" کو اس مسئلہ سے ایسی ہی دلچسپی ہے۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ وہ اپنے ذمہ دار ادارہ کو زحمت تحقیق دے۔ اور معلوم کرے۔ کہ اسوقت اکثریت بریت اوقاف کی موافقت میں ہے یا مخالفت میں؟

جیسا کہ ہم پہلے لکھہ چکے ہیں۔ کہ مٹھی بھر سے بھی کم وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت داودی بوہرہ اوقاف کو وقف ایکٹ کے شکنجے میں دے کر اس کے مقاصد و مفاد کو محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ حکومت بمبئی بے شک بیوقوف نہیں ہے۔ اور وہ "معاصر طاقت" سے زیادہ واقف ہے۔ کہ اکثریت کا اتفاق کدھر ہے؟

اسلئے پر واضح ہو چکا ہے۔ کہ بریت اوقاف کا مطالبہ پوری بوہرہ قوم کا مطالبہ ہے۔ اس لیئے ہم مطمئن ہیں کہ حکومت بمبئی بوہرہ قوم کے جذبات کا ضرور احترام کرے گی۔ غلط اندیش افراد کا غلط پروپیگنڈہ بالآخر ناکام ثابت ہوگا۔ اسوقت حکومت بمبئی پر اعتماد کرنے نہ کرنے کا سوال نہیں، سوال پوری جماعت کے مفاد کا ہے! اس مفاد کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے حکومت بمبئی کو مجاز ہے کہ وہ وقف ایکٹ کی دفعہ ۱۰ کی رو سے داوُدی بوہرہ اوقاف کو جو ایک مخصوص جماعت کے اوقاف ہیں وقف ایکٹ سے بری کر دے۔ اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا!

وہی ہوگا چمن میں جو چمن والوں کا منشا ہے
کہیں زاغ و زغن کے چیخنے سے کام چلتا ہے

اخبار حقیقت لکھنؤ کا ایک مشہور روز نامہ ہے۔ جو کثیر الاشاعت ہونے کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمان پارٹی مین عزت سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ اپنی اشاعت ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء مین وقف ایکٹ کے بارہ مین یوں رقم طراز ہے۔

بوہرہ اور قانون اوقاف جماعت بواہیر کے محترم پیشوا جناب ملا طاہر سیف الدین کے مریدوں نے ہندوستان کے مختلف گوشوں سے یہ آواز بلند کر رکھی ہے۔ کہ بوہروں کو قانون اوقاف سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ چنانچہ حال ہی مین ناگپور کے بوہروں نے ایک جلسہ کرکے گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ بوہروں کی خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے۔ اُن کو قانون اوقاف سے آزاد کر دے۔ اس کے ساتھ ہی بوہروں نے حکومت کو ایک دھمکی دی ہے۔ کہ اگر حکومت نے بوہروں کو قانون اوقاف سے مستثنیٰ نہیں کیا تو بوہروں کی جماعت مین برطانیہ کی طرف سے بددلی پیدا ہو جائیگی۔ معلوم نہیں کہ حکومت بمبئی کو یہ ضد کیا ہے۔ کہ وہ زبردستی بوہروں پر اس قانون کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ حالانکہ یہ مسلمہ ہے۔ کہ اس وقت ہندوستان مین بوہروں کے اوقاف سے بہتر انتظام کسی دوسری جماعت کے اوقاف کا نہیں ہے۔ جب اس قانون کا منشا صرف یہ ہے۔ کہ اوقاف کے انتظامات کی اصلاح کی جائے۔ اور بوہروں کے اوقاف کے نظم و نسق مین ابھی تک کوئی خرابی نہیں پائی گئی ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ ملا صاحب کے چند مخالفین کی خاطر گورنمنٹ ایک بہت بڑی جماعت کیساتھ زبردستی کرکے کیوں اُس کو اپنا مخالف بنا رہی ہے؟!

اخبار سالار بمبئی اپنی اشاعت مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۳۳ء میں یوں رقمطراز ہے:۔

داؤدی بوہروں کا عظیم الشان احتجاجی جلسہ

عقیدت و اخلاص اور اتحاد قومی کا شاندار مظاہرہ

وقف ایکٹ سے مستثنیٰ رہنے کا زبردست مطالبہ

۱۶ فروری ۱۹۳۳ء کی دوپہر کے بعد بمبئی میں ایک حیرت انگیز اور دلچسپ منظر نظر آیا۔ داؤدی بوہروں نے وقف ایکٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیئے بمبئی کے مشہور و معروف پبلک ہال سر کاؤس جی جہانگیر ہال میں ایک جلسہ کا اعلان کیا تھا۔ جلسہ کا وقت ۴ بجے مشتہر کیا گیا تھا۔ لیکن ۲ بجے ہی سے بمبئی کے ہر حصہ اور ہر راستہ سے داؤدی بوہروں کی جماعتیں ہال کی طرف جا رہی تھیں اور ۴ بجے سے بہت پہلے اس وسیع ہال میں کہیں تل دہرنے کو جگہ نہ تھی۔ تمام ہال اور تمام گیلریاں اس طرح پر بھری ہوئی تھیں۔ کہ باوجود بجلی کے پنکھوں کے دم گھٹتا تھا۔ جن لوگوں کو جگہ نہ مل سکی۔ وہ ہال کے باہر ہزاروں کی تعداد میں کھڑے تھے۔ چونکہ لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس لیئے باہر کے لوگوں میں بھی کسی قسم کی بے اطمینانی نہ تھی۔ بلکہ میں نے جو نظارہ اس قوم کی اپنے سردار اور امام کے لیئے اخلاص و عقیدت کا دیکھا ہے۔ اُسے دیکھتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر لاوڈ اسپیکر کا انتظام بھی نہ ہوتا۔ اور شدید بارش کا طوفان بھی ہوتا۔ تو بھی یہ لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹتے۔

جلسہ کی غرض

اس جلسہ کی غرض و غایت یہ تھی۔ کہ بمبئی گورنمنٹ نے اس جماعت کو کچھ عرصہ تک وقف ایکٹ سے مستثنیٰ رکھ کر اب اس پر بھی ایکٹ مذکور کی قانونی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ بوہرہ کمیونٹی اس پابندی کو

دور کرانے کے لیے آخیر تک آئینی جنگ کا ارادہ کر چکی ہے۔

میرے لیے اس جماعت کے پبلک جلسہ کے دیکھنے کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ وقف ایکٹ کے خلاف ان کے جلوس اور مظاہرے میں نے دیکھے تھے۔ میں اسوقت بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ کہ برستی ہوئی بارش میں بغیر چھتری لگانے کے اس قوم کے معزز اور سر برآوردہ لوگ جو چند قدم بھی پیدل چلنے کے عادی نہیں۔ پا پیادہ قومی جلوس کے ہمراہ تھے۔

اس جلسہ میں میں نے جو کچھ دیکھا۔ اور جو اثرات میرے قلب پر ہیں۔ میں انہیں گورنمنٹ اور مسلمانوں کی توجہ اور غور کے لیے بیان کروں گا۔

میری پوزیشن

کچھ شک نہیں۔ کہ مجھے بوہرہ جماعت سے بعض عقائد میں اختلاف ممکن ہے۔ اور بوہرہ کمیونٹی کو میرے بعض عقائد سے اختلاف ہو گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ بوہرہ کمیونٹی اپنے جائز حقوق اور مطالبات میں مسلمانوں کی ہمدردی اور تائید سے محروم کر دی جائے۔ یا کوئی شخص محض عقیدہ کے اختلاف کی بناء پر ان خوبیوں اور ان کے جائز حقوق کے اظہار اور تائید سے رک جاوے۔

میں نے نہایت غور سے بوہرہ کمیونٹی کے اس مطالبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور جہاں تک میں نے اس پر غور کیا ہے۔ میں بوہرہ کمیونٹی کے مطالبہ کو صحیح یقین کرتا ہوں۔ اور کامل غور و فکر کے بعد میں نے اس جماعت کو وقف ایکٹ سے مستثنیٰ رہنے کے مطالبہ میں حق پر پایا ہے۔

وقف ایکٹ کا اجراء وقف ایکٹ جن حالات میں جاری کیا...

مسلمانوں کے اس خیر طلب گروہ نے جو تحفظ اوقاف کے لیے اپنے دل میں درد رکھتا تھا۔ اوقاف کے متولیوں کی حالت کو افسوس ناک دیکھا۔ تو ایک ایجی ٹیشن کرکے قانون کے ذریعہ تحفظ اوقاف کی صورت نکالی۔ جہاں تک اصول کا سوال ہے۔ اس قسم کے قانون کی بدقسمتی سے مسلمانوں کے اوقاف کی حفاظت کے لیے ضرورت تھی۔ لیکن یہ سچ ہے۔ کہ یہ قانون بھی پورے طور پر حفاظت نہیں کر سکتا اس لیے کہ اوقاف کے متولی قانون کی باریکیوں سے فائدہ اٹھانے کیلئے بیسیوں راستے نکال سکتے ہیں۔ لیکن ——

علاج کی ضرورت بیمار کیلئے ہے

نہ کہ ہر تندرست آدمی بھی مجبور کر دیا جائے۔ کہ وہ ضرور علاج کرائے

میں وقف ایکٹ کی ضرورت اس کی تاریخ اس کے نفاذ کے اثرات پر بحث نہیں کروں گا۔ بلکہ مجھے بوہرہ کمیونٹی کے اس کے متعلق جذبات کا اظہار کرنا ہے۔ جو گورنمنٹ اور مسلمان دونوں کے لیے توجہ طلب ہے۔

بوہرہ کمیونٹی کا استثناء

بوہرہ کمیونٹی کو ابتداً اس قانون کے اثر سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ چونکہ لوکل گورنمنٹ کے اختیار میں تھا۔ کہ وہ جس کمیونٹی کو چاہے مستثنیٰ رکھے۔ اس لیے بمبئی گورنمنٹ نے امتحاناً اس جماعت کو مستثنیٰ رکھا۔ پھر اس میعاد میں کچھ اور اضافہ کیا گیا۔ لیکن جب آخری فیصلہ کا وقت آیا۔ اور وہ مدت بھی منقضی ہو گئی تو

گورنمنٹ بمبئی نے اس استثناء کو واپس لے لیا

اور اس قوم پر بھی وہی پابندیاں عائد کر دیں اس کے خلاف

یہ جماعت ایک پرزور احتجاج کرہی ہے۔ آج کا جلسہ بھی اسی احتجاج کا ایک جلسہ تھا۔

ہڑتال

جمعرات کے دن ۱۶ر فروری ۱۹۳۳ء کو بوہرہ جماعت نے اپنی ناراضگی کا اظہار ہڑتال سے کیا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ بوہرہ کمیونٹی ایک زبردست تاجر قوم ہے۔ اور کروروں روپیہ کی وہ تجارت کرتی ہے۔ بمبئی جیسے شہر مین وہ لاکھوں روپیہ روزانہ کا کاروبار کرتی ہے۔ میں نے خود بازاروں میں جا کر دیکھا کہ ایک ایک چھوٹی سے چھوٹی دوکان سے لیکر بڑی سے بڑی فرم بند تھی۔ میں نے بعض ایسے حصص کو بھی دیکھا۔ جہاں بوہرہ کی ایک ہی دوکان تھی۔ اور کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا۔ کہ اس نے بند کی ہے یا نہیں۔ مگر اس نے بھی اپنی جماعت کے احکام کی تعمیل میں

اخلاص سے بند کردیا

میں بلا مبالغہ کہتا ہوں۔ کہ اس جماعت نے ایکدن کی ہڑتال میں کئی لاکھ کا نقصان برداشت کیا۔ اور یہ سب کچھ اس لیئے کہ تا حکومت کو معلوم ہو کہ

اس قوم کے دلوں کو کس طرح زخمی کیا گیا ہی

جس کے مقابلہ مین وہ کسی قسم کے مالی نقصان کی قطعًا پروا نہیں کرتے۔

جہانگیر ہال کا جلسہ

جلسہ میں بوہرہ کمیونٹی کی شمولیت ایک شاندار مظاہرہ تھا۔ وقف ایکٹ کے خلاف اظہار نفرت کا یہ ایک مظاہرہ تھا۔ اس اخلاص و عقیدت کا جو اس قوم کو اپنے سردار اور اپنے رہنما کیساتھ ہے۔ میں نے مختلف بوہروں سے ایک اجنبی کی حیثیت سے تبادلہ

خیالات کیا۔ اس لیے کہ مجھے اس جماعت میں اور جلسہ ...
آدمی تھے۔ اور ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا۔ دوسرے کو میں لکھ رہا ... د
میں نے محسوس کیا۔ اور میرے دل پر اس کا خاص اثر ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ
سوال وقف ایکٹ کے ماتحت "حساب" کا نہیں۔ ہماری تربیت اسی
اصول پر ہوتی ہے۔ اس لیے یہ سوال حساب کتاب کا نہیں

بلکہ سوال ہے ہمارے ایمان اور مذہب کا

ہم اپنے پیشوا کے متعلق یہ مذہبی عقیدہ رکھتے ہیں کہ
وہ امین ہے۔ وہ معصوم ہے۔ اور ہمارے اوقاف اس کے سپرد اس لیے
ہیں۔ کہ ان میں کسی قسم کی دستبرد نہیں ہو سکتی۔ اور انہیں اغراض پر خرچ ہوتے
ہیں۔ جو ان کے وقف کرتے وقت تھی۔ آج اگر ہم اُن کو حساب کتاب دینے
کے لیے ذمہ دار قرار دیں تو

یہ ہمارے ایمان اور دھرم پر حملہ ہے

جس کو ہم کسی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ اس روح کو
میں نے جلسہ کے تمام افراد میں خواہ کسی طبقہ اور کسی عمر کے ہوں کام کرتے دیکھا
میں دیکھتا تھا اور محسوس کرتا تھا۔ کہ وقف ایکٹ کے نام سے بھی قوم میں نفرت
اور حقارت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے لوگ بیقرار ہو کر
نعرہ لگاتے تھے۔

وقف ایکٹ بائیکاٹ

اور ایک ایسی زبردست اور حقارت آمیز گونج پیدا ہوتی تھی۔ کہ اگر بمبئی گورنمنٹ

کا وہ وزیر جس نے اس فتنہ کو کھڑا کر دیا۔ اس جلسہ میں موجود ہوتا۔ یا کونسل کے اور ممبر ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا۔ کہ ایک امن پسند ہمیشہ سے مسلم بے ضرر قوم کے دل میں بھی کس قدر نفرت اور حقارت ان کے اس فعل سے پیدا ہو گئی ہے۔

ایک عجیب بات

اس جلسہ میں میں نے جس عجیب چیز کو دیکھا۔ اور جس کا ایک گہرا نقش میرے دل پر ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جلسہ کا اہتمام اور اس کی روئداد کا نظام نوجوانوں کے ہاتھ میں نہ تھا۔ جن کے متعلق ایک شخص یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ وہ محض ہنگامی جوش سے متاثر ہو کر شور مچا رہے ہیں۔ یا اردگرد کی ہنگامہ خیزی سے (جو اس سیاسی جدوجہد کی پیداوار ہے) محرک ہو کر حصہ لے رہے ہیں۔ بلکہ میں نے دیکھا۔ کہ اس جلسہ کے آرگنائز وہ لوگ تھے۔ جو ہر قسم کے جذبات سے نکلے ہوئے تھے۔ جن کی سفید اور نورانی ڈاڑھیاں ان کے گرم و سرد روزگار چشیدہ ہونے کا ثبوت دیتی تھیں۔ محض ہنگامی جوش سے کام کرنے والے نہیں تھے۔ بلکہ ہر بات کو خوب سوچ سمجھکر اور اس کے سارے پہلوؤں پر پورے غور و فکر سے نظر کر چکے تھے۔ اس لحاظ سے یہ جلسہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا تھا۔ جو دوسرے جلسوں میں جو اس قسم کے ہوں۔ بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اس پہلو سے یہ جلسہ مدبروں اور تجربہ کار لوگوں کا جلسہ تھا۔ جلسہ میں جن لوگوں نے تقریریں کیں یا رزولیشن پیش کئے وہ بھی معمولی آدمی نہ تھے۔ بلکہ اپنی قوم میں ممتاز اور بعض قانون ساز کونسلوں کے رکن رہ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے وقف ایکٹ

اور بوہرہ کمیونٹی کے تعلقات کے ہر پہلو پر غور کر لی تھی ان کی تقریر دں کو سن کر ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا تھا۔ کہ بوہرہ کمیونٹی پر اس ایکٹ کو عائد کرنا بمبئی گورنمنٹ کی خطرناک سیاسی غلطی ہے۔

اس جلسہ میں ایک اور بات جس نے میرے جیسے آدمی کو متاثر کیا یہ تھی کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح سمجھتا تھا۔ کہ بوہرہ قوم صرف ایک تاجر قوم ہے وہ اپنے تجارتی کاروبار میں بے شک ماہر اور مبصر ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ شائد بہترین مقرر اور اثر انداز اسپیکر پیدا نہیں کرے گی۔ مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ جو مقرر اسٹیج پر آتا تھا۔ وہ قادر الکلام اور فصیح البیان ہوتا تھا۔ وہ نفس مضمون سے الگ نہ ہوتا تھا۔ اپنے مطلب کو اس خوبی اور معقولیت سے پیش کرتا تھا کہ ہر شخص بآسانی سمجھ لیتا تھا۔ یہ تقریریں اردو۔ اور گجراتی دونوں میں تھیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ اردو میں تقریر کرنے والوں کی ایسی ہی قوت بیان ہے۔ جو کسی اہل زبان اسپیکر کی ہو۔ پھر ان کے بیان میں دلائل کی قوت اور جذبات پر اثر پیدا کرنے کی قدرت بھی تھی۔ کلام میں متانت کیساتھ ملی ہوئی زندہ دلی بھی تھی۔

اپنے سردار اور رہنما کیساتھ عقیدت

جو چیز اس جلسہ کی روح اور جان تھی۔ وہ اپنے رہنما اور سردار تعدس ماب ملاجی کے ساتھ عقیدت اور ارادت کی لہر تھی۔ ہر شخص جو اس جلسہ میں موجود تھا۔ وہ اپنے روحانی رہنما کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار تھا۔ اس عقیدت اور اخلاص کو دیکھکر میں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ یہ قوم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ جب کسی قوم میں

قربانی اور وفاداری کا جذبہ اس حد تک پہونچ جائے۔ کہ وہ دنیا کی ہر پیاری سے پیاری چیز کو قربان کرنے کو آمادہ ہو تو اس کی کامیابی میں کون سی چیز روک ہوسکتی ہے۔ میں دیکھتا تھا۔ کہ جب وہ اپنے روحانی پیشوا کا نام لے کر زندہ باد کا نعرہ لگاتے تھے تو

ہر چھوٹے بڑے کے اندر ایک محبت کی لہر نظر آتی تھی

اس شان کے مظاہرہ میں بوہرہ کمیونٹی نے تین رزولیشن پیش کئے۔ بالاتفاق پاس ہوئے۔ ان رزولیشن میں سے پہلے رزولیشن میں وائسرائے ہند کو توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ اسمبلی میں وقف ایکٹ کی ترمیم کے لیے بل پیش کرنے کی منظوری عطا فرمادیں۔

وائسرائے ہند اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں

یہ خوش قسمتی کی بات ہے۔ کہ وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن ذاتی طور پر بوہرہ کمیونٹی اور اس کے محترم رہنما کی پوزیشن سے واقف ہیں۔ انہیں معلوم ہے۔ کہ بوہرہ کمیونٹی اپنے سردار و رہنما کے لیے عقیدت اور ارادت کے کیا جذبات رکھتی ہے۔ اور وہ اپنے ہادی و پیشوا کے منصب اور مقام کے احترام کو قائم رکھنے کے لیئے

ہر قسم کی قربانی کو آسان سمجھتی ہے

یہ ایک مسلم امن پسند اور وفادار جماعت ہے۔ اس نے ہمیشہ ہر قسم کے ایجی ٹیشن سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ لیکن اب جب کہ وہ محسوس کرتی ہے۔ کہ اس کے مذہب اور ایمان پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے جذبات کو مجروح کر دیا گیا ہے۔ تو وہ اس کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ وائسرائے

ہند کے تدبر اور معاملہ فہمی سے امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس قوم کے احتجاج پر پوری

توجہ کریں گے۔ اور اس کی دلجوئی اور تسلی کے لیئے اس کے جائز اور صحیح مطالبہ کے

پورا کرنے میں کمی نہ کریں گے۔ جو غلطی سیاسی طور پر بمبئی کی گورنمنٹ کر چکی ہے

اس کی اصلاح لارڈ ولنگڈن جیسے مدبر کے ہاتھ سے ہو جانے کا ہر شخص کو یقین

ہوتا ہے۔ ابھی ابھی لارڈ ولنگڈن نے برار کے معاملہ میں ایسی دانش مندی کا

مظاہرہ کیا ہے۔ کہ ہندوستان اور دولت آصفیہ کی تاریخ میں اس کا نام

سنہری حرفوں سے لکھا جائیگا۔ حالانکہ برار کا معاملہ ایک ایسا معاملہ تھا

کہ اس کا اثر خود برٹش گورنمنٹ کے مفاد اور وقار پر پڑتا تھا۔ لیکن لارڈ ولنگڈن

نے واپسی برار کے مسئلہ کو حل کر کے انگریزی انصاف کی عزت کو بچا لیا۔

یہ وقف ایکٹ کا معاملہ تو اس کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا اس

کا اثر سوائے بوہرہ کمیونٹی کے اور کسی پر نہ پڑتا۔ اس لیے وہ ہندوستان کی

ایک امن پسند وفادار اور اپنی سرگرمیوں کو تجارت تک محدود رکھنے والی

قوم کے مذہبی احساسات کے احترام کو قائم رکھنے کے لیے

وقف ایکٹ کی ترمیم کے بل کی اجازت بخوشی دیں گے

دوسرے ریزولیشن میں گورنمنٹ

بمبئی کو تلافی مافات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بیشک گورنمنٹ بمبئی نے

ایک سیاسی غلطی کی ہے۔ لیکن اس غلطی کی اصلاح کا اسے ہر وقت موقعہ حاصل

ہے۔ اگر بمبئی گورنمنٹ اپنی یادداشت میں وائسرائے ہند کو توجہ دلائے۔ اور

پر زور سفارش کرے۔ کہ ترمیم کا بل منظور کر لیا جائے۔ تو وہ بوہرہ کمیونٹی

کے مجروح جذبات پر مرہم رکھ دے گی۔ اس موقعہ سے اسے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور

اس غلطی کی اصلاح اور تلافی مافات کیلئے ہاتھ بڑھانا چاہیئے

تیسرے ریزولیشن میں اسمبلی

کے ممبران کو اس بل کی تائید کے لیے تحریک کیگئی تھی۔ اسمبلی کے ممبروں کو اس بل کی تائید کرنے میں خوشی ہونی چاہیئے۔ اس لیے کہ وہ اپنے اس فعل سے ایک امن پسند اور معزز قوم کے مجروح جذبات کی اصلاح کرسکیں گے۔

مسلمانوں کی دانشمندی کے امتحان کا وقت ہے

مسلمانوں کی دانشمندی کے امتحان کا بھی یہی

وقت ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ داؤدی بوہروں کی جماعت ایک منظم جماعت ہے۔ وہ بہ حیثیت تاجر اور امن پسند طبقہ کے تمام دنیا میں ایک قدر رکھتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے افراد تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں میں اپنے ذاتی علم کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ بوہرہ کمیونٹی کے مذہبی ہیڈ یا بوہرہ کمیونٹی کے اموال سے ملت اسلام کی بہت بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ وہ پروپیگنڈا کرنا نہیں چاہتے۔ اور نہ پسند کرتے ہیں۔ اس لیے خاموشی کے ساتھ امداد کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اگر اس کا اظہار ہو تو مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ علاوہ بریں اس فرقہ پر اپنے بھائیوں کے احساسات کا خیال نہ کرنا۔ اصول اخوت و لتعاون کے خلاف ہے۔ اس قوم میں مذہبی غیرت اسلام کے لیے عمل محبت قابل قدر ہے۔ میں کسی وقت تفصیل سے بتاؤں گا۔ کہ دوسرے مسلمان عملی زندگی کے کن حصوں میں ان سے سبق لے سکتے ہیں۔ اس وقت اس معاملے میں ان کی [illegible]

کرکے ہم اپنے اس فرض کو ادا کریں گے۔ جو اصول اُخوت کے رو سے ہمارا ہے
اس لیے میں اسلامی صحافت سے نہایت دیانت داری کے ساتھ اپیل کرتا
ہوں۔ کہ وہ مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں۔ کہ وہ ہر جگہ جلسے کرکے
وائسرائے ہند کو تار دیں۔ کہ بوہرہ کمیونٹی کو وقف ایکٹ سے مستثنیٰ رکھنے کے
لیے ترمیم کے بل کی منظوری دیں۔ اسلامی انجمنیں بھی اسکی تائید کریں۔

بوہرہ کمیونٹی کے اوقاف کی حالت تمام اوقاف سے بالکل جداگانہ ہے
ان کا انتظام ایک ایسے بزرگ کے ہاتھ میں ہے۔ جس پر ساری قوم کا ایسا اعتقاد
ہے۔ کہ وہ اُن کے ایک ادنیٰ اشارہ سے اپنی ساری دولت کو قربان کرسکتی ہے
اور اپنی زندگی کو اس کے لیے نثار کردینا سب سے بڑی خوش قسمتی یقین کرتی ہے
پھر انہوں نے جن ہاتھوں میں ان کا انتظام دیا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو خداداد
دولت سے بہرہ وافر رکھتے ہیں۔ اور اپنی ذات سے ان اوقاف کے بہترین انتظام
کے لیے ہزاروں روپیہ اپنی جیب سے خرچ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اس کو بہت
بڑی نیکی سمجھتے ہیں۔

غرض یہ موقعہ ہے۔ کہ حکومت بمبئی بوہرہ کمیونٹی کے مجروح جذبات پر مرہم
رکھے۔ اور اپنی سیاسی غلطی کی اصلاح کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ وائسرائے
ہند اپنی دانش مندی اور تدبر سے بوہرہ کمیونٹی کے مذہبی معتقدات میں مداخلت
کو جائز نہ رکھیں۔ اور اس قانون کی ترمیم کے لیے موقعہ دے کر ہمیشہ کے لیے
اس قوم کو اس سے مستثنیٰ کردیا جاوے۔ ممبران اسمبلی اس کی تائید میں آواز اٹھائیں
دوسرے مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کیساتھ مدد کرنی چاہیئے۔ اور گورنمنٹ ہند کو اس

امر واقعی کا یقین دلائیں - کہ بوہرہ کمیونٹی پر وقف ایکٹ کا اطلاق ان کے مذہبی
جذبات کو مجروح کرنا اور مذہبی مداخلت ہے - غرض یہ جلسہ احتجاج ایک نمونہ کا
جلسہ تھا - جو نہایت امن اور باقاعدگی کیساتھ ہوا - پوری قوم کی نمائندگی تھی جلسہ
کے اختتام پر تمام شرکائے جلسہ ایک جلوس کی شکل میں اظہارِ عقیدت و نیازمندی
کے لیے اپنے روحانی پیشوا کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے - یہ جلوس
سر کاؤس جی جہاں گیر ہال سے لے کر بدری محل تک برابر لمبا تھا۔

آخیر میں مجھے امید ہے - کہ مفادِ ملت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی صحافت
اسلامی انجمنیں بوہرہ کمیونٹی کے مطالبہ کی تائید کریں گی - اور عام مسلمان اپنی ہمدردی
سے یقین دلادیں گے - کہ محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے وہ اُخوت کے اصولوں
کو چھوڑ نہیں سکتے اور بوہروں کے جذبات کے احترام میں وہ ان کے ساتھ ہیں

اخبار ہفتہ وار "احرار" بمبئی اپنی اشاعت ۲۰ فروری میں لکھتا ہے :-

بوہرہ جماعت اور وقف ایکٹ

جب کسی قوم یا حکومت کے بُرے دن آتے ہیں - تو اُسکو
ہر ایک بات ایسی سوجھتی ہے - جس میں اس کا سراسر نقصان ہی ہوتا ہے یہی
حال آج حکومت ہند کا ہو رہا ہے - حکومت کے مشاورین آج جن بے سر
دپا باتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں - اس سے بجائے وہ حکومت کو فائدہ پہونچانے
کے اس کے لیے تباہی و بربادی کا سودا خرید رہے ہیں - آج ہم سینکڑوں باتوں
کو چھوڑ کر صرف وقف ایکٹ ہی کو لیتے ہیں - یہ ایکٹ اس لیے وضع کیا گیا
تھا - کہ وہ مسلمان متوفی جو لاکھوں کروڑوں روپے کے ملاحق یا ایک ...

بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے حساب وکتاب حکومت کے سامنے پیش کیا کریں۔ یقیناً حکومت کا یہ فعل مصلحانہ تھا۔ اور اس کی جتنی تعریف کی جاتی کم تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ اگر کوئی فرقہ یا گروہ اپنی پوری اکثریت وقوت کیساتھ اس کو اپنے مذہب میں مداخلت بتاتا ہے۔ تو حکومت اپنے کانوں میں روئی ڈال کر بیٹھ جاتی ہے۔ اور اس کے تمام احتجاجوں جلسوں۔ اور منافرتی مظاہروں سے استغنا برتا جائے ہندوستان کی مسلمان بوہرہ جماعت وقف ایکٹ کو اپنے دین میں کھلی ہوئی مداخلت کہتی ہے۔ یہ سوال کہ آیا یہ مذہبی مداخلت ہے یا نہیں، نہ حکومت طے کر سکتی ہے۔ اور نہ بوہرہ جماعت کے علاوہ اور مسلمان فرقے، اگر کسی چیز کے متعلق آج اہل سنت والجماعت یہ فیصلہ کرے کہ مذہبی مداخلت کے اصول کے ماتحت ہے۔ تو اس کا فیصلہ خود ہی وہ اور اس کے واقف امور شریعت ہی کر سکتے ہیں۔ آج ہندوستان کے طول و عرض میں جس جگہ بوہرہ جماعت موجود ہے۔ وہ اس ایکٹ کو اپنے مذہب میں مداخلت تصور کر کے ہڑتالیں کر رہی ہے۔ جلسے کر رہی ہے۔ جلوس نکال رہی ہے اور اب تک جو منافرت اور غیظ و غضب کے آئینی طریقے ہو سکتے ہیں۔ اُن کو بُرت رہی ہے۔

لیکن حکومت اور ارباب حکومت اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آخر یہ کیوں؟ کیا یہ سزا بوہرہ جماعت کو صرف اس لیے دی جا رہی ہے۔ کہ وہ آج تک من حیث الجماعت حکومت برطانیہ کی ایک سچی وفادار جماعت رہی ہے اور کیا بوہروں پر وقف ایکٹ کا یہ تازیانہ اس لیے لگایا گیا ہے۔ کہ اس نے

کانگریس سے علیحدہ رہ کر برٹش مال کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہے۔ تو گورنمنٹ کو اپنی خرد و عقل پہ ماتم کرنا چاہیئے۔ جو حکومت وفاداروں کی وفا کا لحاظ نہیں کرتی۔ اس کا انجام بہت خراب ہوتا ہے۔ حکومت کو آخر کار ایسا اصلاحی پروگرام بنانے کا کیا مالیخولیا ہوگیا ہے۔ جس سے سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نتیجہ نہیں بوہرہ جماعت مسلمانوں کا ایک چھوٹا فرقہ ہے۔ آج اگر اُن کے مذہب میں حکومت مداخلت کر رہی ہے۔ تو کل وہ کسی اور فرقے کے معتقدات میں مداخلت کرے گی ہم حکومت کو صحیح مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ مسلم فرقوں کے مذہب کو بازیچۂ اطفال نہ بنائے۔ کسی جماعت یا فرقہ کے مذہبی امور میں دخل دینا آگ سے کھیلنا ہے۔ بوہرہ قوم کے صبر و استقلال کا امتحان لینا اچھا نہیں۔ وہ ابھی تک اپنی وفا ہی کو یاد دلا کر حکومت کے کان کھول رہی ہے۔ اور اگر حکومت نے اپنے کان جلد نہ کھولے۔ تو ہمیں خطرہ ہے کہ پھر یہ وفا کہیں بیوفائی سے بدل کر رنگ نہ لائے سکھوں نے گردوارے کے مسئلہ میں جو کچھ کیا۔ غالباً وہ اب تک حکومت کے دل سے محو نہ ہوا ہوگا۔ یہ حکومت کے غلط مشاورین ہی تھے۔ جنہوں نے سکھوں کے دل میں نفرت کا پہلا بیج بویا تھا۔ اور آج اسی قسم کے حکومت کے دوسرے مشاورین بوہروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا بیج بو رہے ہیں۔ گذشتہ پنجشنبہ کے دن بمبئی کے تمام بوہروں نے اس ایکٹ کے خلاف جس متحدہ نفرت و بیزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے حکومت کو اپنی بند آنکھیں کھولنا چاہیئے ورنہ اس کا مآل اچھا نہیں۔ سر کاؤس جی جہانگیر ہال میں بوہروں کے مسلم لیڈروں نے جو اپنی شکایات پیش کی ہیں۔ ان پر حکومت کو کان دھرنا چاہیئے۔ اگر ایسا

نہ ہوا۔ تو خدا ہی جانے اس کے کیا برے انجام ہوں گے۔

حکومت کو مشورہ دینے کے بعد ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے چند کلمات کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک چھوٹا سا گروہ ایسا ہے۔ جو یہ چاہتا ہے۔ کہ یہ ایکٹ بوہروں کے لیے رہے۔ لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ خیال رکھنے والے اس کو نہیں سوچتے۔ کہ اگر کوئی اُن کے مذہب میں مداخلت کرتا۔ تو اُن کے دل کا کیا حال ہوتا۔ بوہروں کے مذہب میں تمام اوقاف کا اُن کے امام کے ماتحت رہنا لازمی امر ہے۔ پھر اس مذہبی نصّ صریح کے بعد یہ گروہ کیوں اپنے خیالات کو بوہرہ جماعت کے دماغ میں زبردستی ٹھونسنا چاہتا ہے۔ باقی مسلمانوں کی عام جماعت اور تعلیم یافتہ طبقہ حکومت کے اس بے جا برتاؤ سے سخت بیزار ہے۔ گو اُس نے بیزاری کا ابھی کھلم کھُلا اعلان نہیں کیا ہے۔ لیکن ہم بوہرہ جماعت اور حکومت دونوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں۔ کہ عام مسلمان کسی طرح یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں کہ کسی اسلامی فرقے کے مذہبی حسیات کو صدمہ پہونچایا جائے۔ بوہرہ قوم اور ملا صاحب نے عام مسلمانوں کے سیاسی مذہبی مسائل میں نہ صرف لفظی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ بلکہ اخلاقی و مالی امداد بھی دی ہے۔ تحریک خلافت سے شاردا ایکٹ تک اگر آپ نگاہ ڈالیں گے۔ تو آپ کو ایک نہیں دس مثالیں ایسی ملیں گی۔ جس میں بوہرہ جماعت نے عام مسلمانوں کا اُن کے نازک مسائل پیش ہوتے وقت ساتھ دیا ہی پھر غیور مسلمان کس طرح آج بوہرہ جماعت کا ساتھ نہ دیں گے۔ اور جب کہ حکومت بوہروں کی مذہبی روایات سے کھیل رہی ہے۔ تو وہ کیونکر خاموش بیٹھیں گے۔

دہلی کا مشہور روزنامہ اخبار "ملت" اپنی اشاعت مورخہ دس ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۳۳ء

میں رمتظر از ہے۔

بوہرہ قوم اور مسلم وقف ایکٹ کی مخالفت

بوہرہ قوم نے مسلم وقف ایکٹ نفاذ کے خلاف

مختلف شہروں میں جو مظاہرے کیئے اور اس مسئلہ میں اُس نے جس جوش و خروش کا اظہار کیا ہے۔ اس کا اندازہ ان جلسوں کی کاروائی سے ہو جاتا ہے۔ جو اخبارات میں شایع ہو چکی ہیں۔

بعض جلسوں کی پوری تفصیلات شایئع ہو چکی ہیں۔ اور متعدد احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کے فوٹو شایئع ہو چکے ہیں۔ جن سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ بوہرہ قوم وقف ایکٹ اپنے اوقاف پر عائد ہونے کو بدترین مصیبت اور سخت ترین لعنت سمجھتی ہے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب قانون وقف کی تیرھویں دفعہ ایسی موجود ہے۔ جس کی رو سے بوہرہ قوم کے اوقاف آزاد کیے جا سکتے ہیں۔ تو کیوں حکومت کو عائد کرنے پر اسقدر اصرار ہے۔ پھر اکثریت بوہرہ جماعت کی وقف ایکٹ کے خلاف ہے۔ صرف چند نفوس جن کو بوہرہ قوم سے بغض للّٰہ ہے۔ اس قسم کی ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں۔ کہ ترمیم کے نام سے اسمبلی میں بل کی صورت پر ایک مسودہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ لیکن وہ بھی بغیر کسی معقول عذر کے مسترد کر دی گئی۔ کم سے کم مضطرب بوہروں کے احساسات و واردات کا معائنہ کرنا چاہیئے تھا۔ اور ان کے دلائل پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت تھی۔ کہ وقف ایکٹ کو اپنے لیے وہ کن وجوہ سے لعنت و مصیبت جانتے ہیں۔ اور جس مسئلہ

پر اکثریت کا اتفاق ہو۔ اس کے موافق فیصلہ ہونا چاہیئے۔ قانون نظم کے لیے وضع ہوتا ہے۔ نہ کہ ابتری اور نقصان کے لیے۔ حکومت پھر اس پر غور کرے۔

ہفتہ وار اخبار "طاقت" دہلی اپنے مارچ نمبر جلد ۸ نمبر ۲ میں رقمطراز ہے:

حکومت مذہبی امور میں مداخلت نہ کرے۔ اس کے نتائج تلخ اور ناخوش گوار ہوں گے

یہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے کہ از روئے شریعت اسلامیہ مسلمان کی زندگی کا ہر شعبہ مہد سے لے کر لحد تک مذہب اور اس کے اصولوں اور اس کے قوانین کے تابع رہنا چاہیئے۔ اپنی بدقسمتی سے مسلمان نے اس واقعہ اور حقیقت کو فراموش کر دیا ہے۔ اور اس کی یہ خود فراموشی ہی اس چیز کا سبب بنی۔ کہ اسے دنیا میں غیر مسلموں کا محکوم بننا۔ اور دنیاوی طاقتوں کے سامنے سر نیاز خم کرنا پڑا اور یقین ہے کہ جس دن وہ اس حقیقت کو دوبارہ اپنے دل و دماغ کا جز بنائے گا۔ اسی دن آزادی کی دیوی اس کی باندی بن جائے گی۔ وہ خود آزاد ہوگا۔ اور اپنے ازلی مشن کے مطابق عالم انسانیت کو غیر اللہ کی غلامی سے نجات دلا کر مالک حقیقی کے حلقہ غلامی میں لا ڈالے گا۔ لیکن مسلمان اس گئی گذری حالت میں بھی اتنا احساس رکھتا ہے۔ کہ اس کے مذہب و مذہب کے مبادیات اور مذہبی شعائر میں کسی غیر مسلم طاقت کیطرف سے کوئی ایسی حرکت ہونے پائے۔ جسے مداخلت فی الدین سے تعبیر کیا جا سکے مسلمان کی یہ وہ شان ہے۔ جو بار بار دنیا پر ظاہر ہو چکی ہے۔ اور دنیا ایک سے زیادہ مرتبہ اور ایک سے زیادہ مقامات پر دیکھ چکی ہے۔ کہ مسلمان کسی کی کسی ایسی حرکت کو گوارا نہیں کر سکتا۔ جو اس کے خیال کے مطابق مداخلت فی الدین کی حیثیت ہو۔ چاہے اس کا خیال غلط ہی کیوں نہ ہو۔

رکھتی ہو۔ یہاں ہم اپنے ہمسایہ ملک افغانستان کے گذشتہ انقلاب کی طرف اشارہ کرکے یہ یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اگرچہ غازی امان اللہ خاں ایک محبوب حکمراں تھے۔ اور اگرچہ وہ جو کچھ کر رہے تھے۔ اپنے خیال سے اپنی رعایا کو دنیوی ترقی و کامیابی سے ہم آغوش بنانے کے لیے کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ اہل افغانستان نے اُن کی ان حرکتوں کو مداخلت فی الدین سمجھا ــــ چاہے اُن کا ایسا سمجھنا غلط فہمی ہی پر مبنی تہا ــــ اس لیے اہل افغانستان نے جو کچھ کیا۔ اس کا انجام غازی امان اللہ خاں کے لیے جس قدر تلخ ہوا۔ وہ سب کے سامنے ہے۔

اس خامہ فرسائی سے ہمارا منشا، ایک تو یہ ہے۔ کہ حکومت ان تمام امور کے ساتھ جن کو مسلمانوں نے غلط یا صحیح، اب تک مذہبی حیثیت دے رکھی ہے۔ مذہبی امور ہی کا سا سلوک کرے۔ کیونکہ یہ خود عامۃ المسلمین کے فیصلہ کرنے کی بات ہے۔ کہ کیا چیز مذہبی ہے۔ اور کیا چیز مذہبی نہیں ہے۔ اور دوسرا منشا یہ ہے۔ کہ حکومت اُن امور سے متعلق کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ جسے عامۃ المسلمین مذہبی مداخلت کا درجہ دے سکیں اسی کے ساتھ حکومت کو اس کی بھی احتیاط رکھنی چاہیئے۔ کہ جہاں تک مذہبی امور کا تعلق ہے۔ اسمبلی اور کونسلوں کے عام اراکین جن کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز یہ ہے۔ کہ وہ مغربی تعلیم حاصل کرکے "روشن خیال" اور "ضروریاتِ زمانہ سے باخبر" کہلاتے ہیں۔ مذہبی امور میں اکثریت کے سچے ترجمان نہیں ہوتے۔ بلکہ برخلاف اس کے عامۃ المسلمین ان کو ان کی اس "روشن خیالی" اور "ضروریاتِ زمانہ سے باخبری" ہی کی بدولت ملحد اور دہریہ اور اسی قسم کے خطاب دیتے رہتے ہیں۔ اور مذہبی حیثیت سے اِن کو عام مسلمانوں میں اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے

لہذا مذہبی معاملات کے سلسلہ میں ان کی رایوں سے اثر قبول کرنا سخت غلطی ہے۔

اپنے اس نقطۂ خیال کو واضح کرنے کے بعد ہم حکومت سے کہیں گے۔ کہ اس نے ساردا قانون سے مسلمانوں کو مستثنے کرنے کے معاملہ میں جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے، وہ نہ صرف ملکۂ وکٹوریہ کے اعلان اور مسلمانوں کے معاملہ میں حکومت کی قدیم روایات کے برخلاف ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے بھی خلاف ہے۔ کہ جس وقت ساردا قانون کے مسودے کو گورنر جنرل نے اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس وقت اس مسودے سے مسلمانوں کا دور کا بھی کوئی علاقہ نہ تھا لہذا مسلمانوں کو اس غیر پسندیدہ قانون کے چکر میں پھنسائے رکھنا، نہ صرف شدید غلطی ہے۔ بلکہ پرلے درجہ کی ناانصافی بھی ہے۔ بالکل اسی طرح داؤدی بوہروں کے سر پر قانون اوقاف کو ان کی اکثریت کی مرضی کے خلاف بہ جبر منڈھ دینا۔ حکومت کی ناعاقبت اندیشی کا حکم رکھتا ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہیں۔ کہ حکومت کیطرف سے مسلمانوں کے اوقاف کی نگرانی کے لیے قانون کا بننا ہی نامناسب تھا۔ بہر حال داؤدی بوہرے جو طبعاً ایک خاموش اور بے شر جماعت ہے۔ ان کی اکثریت کو ایسے نازک موقع پر جب کہ حکومت کو ایک ایک فرد کی دلجوئی کرنی چاہیئے۔ بدظن کرنا اور اس طرح بدظن کرنا۔ کہ ان کو حکومت کیطرف سے مذہبی امور میں مداخلت کی شکایت پیدا ہو۔ حکومت کے لیے خوش گوار نتائج کا حامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بات کسی تشریح و وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ کہ اس باب میں داؤدی بوہرہ جماعت کی اکثریت پر ہز ہولی نس ملا طاہر سیف الدین کی رائے اور نقطۂ نظر جس حد تک اثر انداز ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے شخص کی رائے اور نقطۂ نظر ہرگز ہرگز اس حد

تک اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ شخص کوئی "روشن خیال" سابق جج ہائی کورٹ، کوئی ڈاکٹر آف لاز، یا ملا صاحب کا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اس لیئے ہم ہز ایکسلینسی لارڈ ولنگڈن کی حکومت کو پُرخلوص مشورہ دیں گے۔ کہ وہ داؤدی بوہرہ جماعت کی اکثریت کو بدظن کر کے ایک تجارت پیشہ جماعت کی دوستداری پر پانی نہ پھیرے۔ اور تاریخ کے اس فتوے کو یاد رکھے۔ کہ اس قسم کی شکائتیں انجام کار حکومتوں کے نقشے پلٹ دیا کرتی ہیں۔ اس موقعہ پر ہم سکھ قوم کے ارتقار کی طرف اشارہ کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایک وقت تھا کہ سکھ ایک خاموش اور پُرامن جماعت تھی۔ لیکن بعد کو وہ ایک عسکری طاقت بن گئی کہ شمالی ہندوستان پر اس کا سکّہ چلنے لگا۔ آج اس قسم کے امکانات تو موجود نہیں ہیں۔ لیکن اس قسم کے امکانات ضرور موجود ہیں۔ کہ داؤدی بوہرہ جماعت تجارت کے میدان میں ان گروہوں اور جماعتوں کی شریک حال بن جائے۔ جو ہندوستان کے اندر برطانیہ کی تجارت کو تباہ کر دینے کی دھمکیاں دے رہی ہے۔

آخر میں ہم ایک بات ان حضرات سے بھی کہنا چاہتے ہیں۔ جو دنیا میں اپنی قوم کے مصلح کہلانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان سے ہمارا کہنا فقط یہ ہے۔ کہ اگر آپ لوگ ان امور میں اصلاح چاہتے ہیں۔ جن کا تعلق مذہب اور مذہب کے شعائر سے ہے۔ اور اس اصلاح کو اپنی قوم کی دنیوی ترقی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ تو اس کا بہترین طریقہ یہ نہیں ہے۔ کہ آپ حکومت وقت کو ان امور میں مداخلت کے لیے آمادہ کریں۔ اور اس طرح ان امور و شعائر کی باگ ڈور بھی اغیار کے ہاتھوں میں دیدیں جن کے سیاہ و سپید کے آپ خود مالک ہیں۔ بلکہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ

کہ آپ اپنے مذہبی بزرگوں کی ایک جماعت قائم کرائیں۔ اور کوشش کریں کہ حکومت وقت اس کو قانوناً تسلیم کرے۔ اور پھر اس جماعت کے ذریعہ سے ان تمام اصلاحوں کو رواج دلانے کی کوشش کریں۔ جن کو آپ اپنی قوم اور جماعت کی ترقی و کامیابی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔

ہفتہ وار اخبار "سالار" بمبئی اپنی اشاعت ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۳ء میں اس طرح رقم طراز ہے:۔

داؤدی بوہروں کا وقف ایکٹ کیخلاف احتجاج
اور فریق مخالف کی حرکات مذبوحی

سالار ہر اس تحریک کا مخالف ہے۔ جو مسلمانوں کے کسی اتحاد کو نقصان پہونچانے کا موجب ہو۔ وہ اندرونی اختلافات کو وجہ عداوت و مخالفت بنانے کا سخت دشمن ہے۔ اور اس بات کا علمبردار ہے۔ کہ مسلمان باوجود اپنے اختلافات کے قرآن کریم کی اس ہدایت کی پابندی کریں۔

ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی کے سبب تم اس کے ساتھ عدل نہ کرو

داؤدی بوہروں کو وقف ایکٹ کے اپنی قوم پر نفاذ کے متعلق اعتراض ہے۔ اور وہ اسے اپنے عقائد کے روسے اپنے مذہب میں مداخلت یقین کرتے ہیں۔ جس کا ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصر ہند کے سنہ ۱۸۵۷ء کے اعلان اور اس کے بعد شاہی فرامین کی بناء پر انہیں جائز مطالبہ کا حق ہے۔ اس بناء پر انہوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ اور وہ آخر وقت تک کرتے رہیں گے۔ اور میں حالات اور واقعات کو مدنظر رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ

وہ آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے

بوہروں کے اس احتجاج کے خلاف ایک ناجائز اور غیر معقول پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے میں دو قسم کے لوگ شریک ہیں۔ ایک تو وہ جو بوہرہ جماعت کے افراد ہیں۔ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ میں اپنے معلومات کی بنا، پر کہہ سکتا ہوں کہ

وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر ناراض ہیں۔ یا ان کو جماعت کے انتظام کو قائم رکھنے کے لیے جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جو بوہرہ کمیونٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ ان مخالفین نے ان کو کسی نہ کسی طرح اس امر پر آمادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ مخالفت کریں اور شور مچائیں۔ ہر شخص کو آزادی کیساتھ اظہار رائے کا حق ہے۔ لیکن سننے اور پڑھنے والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس اظہار رائے کو معقولیت کی نظر سے دیکھیں بوہرہ کمیونٹی کے وہ لوگ جو وقف ایکٹ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میں ان سے ایک ہی سوال کرتا ہوں۔ کہ اگر ان میں جرات ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں تو ایک فہرست ان لوگوں کی پورے پتہ کے ساتھ شائع کریں۔ جو بوہرہ کمیونٹی کے ہوں۔ اور ان کے ساتھ شامل ہوں۔ اور اگر وہ یہ نہ کریں۔ تو پبلک اور حکومت صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے۔ یا دوسری صورت یہ ہے۔ کہ وہ گورنمنٹ سے ایک متنفقہ کمیشن کی درخواست کریں۔ جس میں بوہرہ کمیونٹی کی آزادانہ رائے کا موازنہ کیا جا سکے۔ تیسری صورت یہ ہے۔ کہ بوہرہ کمیونٹی کے ایک کھلے اجلاس میں آئیں اور اپنے دلائل آزادی کیساتھ پیش کریں۔ بوہرہ کمیونٹی ان دلائل کو سنکر اپنا

جو فیصلہ کرے۔ وہ اس کے سامنے سر جھکا دے۔ اور پھر قومی فیصلہ کی پابندی کر کے

احتجاجی تحریک میں جماعت کا ساتھ دیں

لیکن اگر وہ کسی طریق کو اختیار نہ کریں۔ اور صرف اخبارات میں شور مچائیں تو یہ حد درجہ کی بے انصافی ہوگی۔ ایسی صورت میں اسلامی صحافت کا فرض ہے کہ ان کو اس امر پہ مجبور کریں۔ تاکہ اسے بھی معلوم ہو۔ کہ ان لوگوں کے ساتھ جماعت کتنی ہے کہاں تک ہے

یقیناً وہ ایک فیصدی بھی نہ ہوگی!

بوہرہ کمیونٹی کا جو احتجاجی جلسہ سر کاؤس جی جہانگیر ہال میں ہوا تھا۔ اس میں صاحب صدر نے عام طور پر اعلان کر دیا تھا۔ کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے ظاہر کرنے میں آزادی حاصل ہے۔ اگر اس تحریک کی مخالفت میں کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ تو وہ آئے اور بیان کرے۔ مگر ہزاروں کے مجمع میں

ایک شخص نے بھی مخالفت نہیں کی

ان حالات میں بعض گمنام یا مخروج اشخاص کے بیانات یا تحریریں کسی بھی توجہ کے قابل نہیں۔ ان لوگوں کی تحریک یا ترغیب سے بعض اخبارات بھی بوہرہ جماعت کی اس جدوجہد اور احتجاج کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد بھی بہت ہی کم ہے تاہم میں ہر اخبار نویس اور مسلم اخبار نویس کا حق سمجھتا ہوں۔ کہ وہ دیانت داری سے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ لیکن جو امر صحافتی دیانت داری کے خلاف ہو۔ اُسے پیش کرنا قابل شرم بات ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دہلی کے ایک اخبار نے متانت اور معقولیت سے گذر کر بوہرہ جماعت کے واجب الاحترام سردار ملا طاہر سیف الدین

صاحب کی ذات اور ان کی نیت پر نہایت رکیک حملے کیئے ہین۔ اور یہ الزام لگایا ہے کہ ملا صاحب اور ان کی جماعت وقف ایکٹ کے خلاف احتجاج کرکے نہ صرف عالمگیر اُخوتِ اسلامی سے انکار کر رہے ہین۔ بلکہ وہ اپنی جماعت کو مسلم وقف ایکٹ سے نکالنے کے لیے ایسی ناذیبا اور ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کرتے ہین۔ جو کسی مذہبی رہنما کا تو ذکر ہی کیا۔ ایک ادنی سے ادنی کلمہ گو بھی اس کے ارتکاب پر تیار و آمادہ نہ ہو سکے گا۔

سوال یہ نہیں۔ بلکہ بوہرہ کمیونٹی من حیث القوم وقف ایکٹ کے نفاذ کو اپنی جماعت پر اپنے عقیدہ اور مذہب کی توہین سمجھتی ہے اور یہ ایک ایسا مطالبہ ہے۔ کہ ہر ایک قوم کو من حیث القوم اس کا حق ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اخبار مذکور نے بعض ممبران اسمبلی کی دیانت پر بھی حملہ کیا ہے۔ پہلے تو یہ لکھا۔ کہ فی کس پچاس ہزار روپیہ پیش کیا گیا۔ اور پھر دوسرے نمبر میں یہ لکھہ دیا۔ کہ بعض معزز ممبران اسمبلی نے ملا صاحب کے زیر اثر ہو کر اس سعی نامسعود کی امداد کا وعدہ بھی کر لیا ہے۔ گو قانونی اثرات سے بچنے کے لیے کہہ دیا گیا ہے۔ کہ یہ مجذوب کی بڑ ہے۔ اگر اس کو بڑ ہی سمجھتے تھے۔ تو اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ ہمیں یہ یقین کرنا چاہیئے۔ کہ ممبران اسمبلی دیانت داری کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔ میں بوہرہ کمیونٹی کے احتجاج کے خلاف شور مچانے والوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر کمیونٹی کو مستثنی کر دیا جائے۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی تھی۔ تو اس سے دوسرے مسلمانوں کے اوقاف پر جن کی حفاظت کے لیے وہ اس قانون کو ضروری سمجھتے ہین۔ کیا اثر ہو گا۔ وہ قانون ان

پھر کسی صاحب عقل آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس احتجاج کو عالمگیر اُخوت اسلامی سے انکار کا مترادف کیوں کہا جاتا ہے۔ اس قسم کی ذلیل نکتہ چینی سے بوہرہ کمیونٹی کے احتجاج کو تقویت ہوتی ہے۔ آج تک ایک بھی ایسی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ جو اس احتجاج کو ناجائز ثابت کر سکے۔ اس وقت تو عام مسلمانوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس قوم کے مطالبہ کی اس لیئے تائید کریں۔ کہ وہ اسے اپنے مذہبی حقوق میں دست اندازی یقین کرتے ہیں۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ وہ خود کسی منظم جماعت اور ایک مذہبی امام کے ماتحت نہیں۔

بوہروں کا مطالبہ اپنی جماعت کے اصولوں کی بنا پر ہے اور انہیں حق ہے کہ وہ حکومت کو ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے دے۔ وقت آتا ہے کہ لارڈ ولنگڈن کی گورنمنٹ اس حقیقت کو سمجھ لے گی۔ اور ممبران اسمبلی اس معاملہ کو بوہروں کے نقطۂ خیال سے دیکھیں گے۔

میں نہایت دیانت داری سے اسلامی صحافت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ دھوکہ دینے والے خیالات اور گمراہ کر دینے والی روایات سے بچیں۔ بوہروں کے حقوق اور مطالبہ پر گہری نظر کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ

ان کا احتجاج درست ہے

ان کی ساری قوم اس پر متفق ہے۔ کہ اس ایکٹ کا نفاذ ان پر ان کے مذہب میں مداخلت ہے۔ اور جو چند آدمی اختلاف کرتے ہیں اس کی وجہ بعض ذاتی معاملات ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ہفتہ وار اخبار بمبئی میں اسی بحث سے متعلق ایک اور نوٹ شائع

ہوا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

بوہرہ جماعت اور وقف ایکٹ

ہر قوم اور جماعت میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنی ذاتی اغراض اور نفسانی مخالفتوں کی وجہ سے اپنی قوم اور جماعت کو بھی نقصان پہونچانے سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایسے لوگ جس قوم اور جماعت میں ہوں۔ وہ زہر قاتل ہوتے ہیں۔ بوہرہ جماعت جائز طور پر وقف ایکٹ کے نفاذ کی مخالفت کر رہی ہے۔ لیکن ان میں کے بعض لوگ دوسرے مسلمانوں کو مغالطہ میں رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ کہ جماعت کی اکثریت وقف ایکٹ کے حق میں ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ ایسے لوگ کھلم کھلا اپنے نام کے ساتھ اس قسم کا دعویٰ پبلک میں نہیں کرتے ابھی چند روز ہوئے۔ ایک نوجوان بوہرہ کے نام سے ٹائمز میں ایک مراسلہ نکلا۔ اگر اخلاص اور دیانت داری سے اپنے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ تو نام چھپانے کی کیا وجہ ہے جس شخص میں اتنی جرأت نہیں کہ صاف صاف پبلک میں آئے۔ اس کے بیان کی حقیقت ظاہر ہے۔ بہرحال یہ غلط اور سراسر دھوکہ ہے۔ کہ بوہرہ کمیونٹی کی اکثریت وقف ایکٹ کی تائید میں ہے۔ گورنمنٹ اس مغالطہ میں نہیں آسکتی۔ اس کی سرکاری رپورٹیں اس کی شہادت دے سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو اس موقعہ پر اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔

بوہرہ کمیونٹی کے چند وہ غلطی خوردہ لوگ جو اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت نظام جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ موقعہ کی نزاکت کو سوچیں۔ ان کی قوم اور برادری ان کے لیے قومی مفاد کو قربان نہیں کرسکتی۔ وہ تفرقہ کی راہ کو چھوڑ دیں۔ اور خلاف واقعہ

پروپیگنڈہ کو ترک کرا دیں۔ کیونکہ اس سے ہر سمجھدار انسان نفرت کرے گا۔ چنانچہ دہلی

کے روزانہ اخبار ملت میں ایک مراسلہ شایع ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ اس

قسم کے پروپیگنڈے کو کیا وقعت دیتے ہیں۔ میں اسے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

بوہرہ قوم میں چند فتنہ پرداز ہو گئے ہیں۔ جو اپنی دروغ گوئی اور کذب بیانی

سے دوسری اقوام کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اور یہ امر بیان کرتے ہیں۔ کہ وقف

ایکٹ کے خلاف صرف چند افراد ہیں۔ اور پوری بوہرہ قوم اس کی تائید میں ہے یہ صریح

جھوٹ ہے۔ وقف ایکٹ کی مخالفت میں احمد آباد، آردی، جبل پور، سید ھپور،

پالن پور، اجمیر، بڑودہ، سورت، بھروچ، کراچی، کلکتہ، رنگون، ناگپور، برہانپور،

کھنڈوہ، بھوساول، آکولہ وغیرہ بے شمار مقامات پر جلسے ہوئے۔ اور متعدد بار

ان جلسوں کے صدر اکثر وہ لوگ ہوئے۔ جن کو علوم و فنون کی ڈگریاں حاصل ہیں۔

جلوس نکلے۔ اور ان کی روداد یں اخبارات میں شایع ہوئیں۔ ان کے فوٹو چھاپے

گئے۔ خصوصاً شہر بمبئی میں تو متعدد بار جلوس نکلے۔ اور یہ اہتمام رہا۔ کہ ہر ماہ کی ۱۷ تاریخ

کو ہمیشہ جلسے ہوتے رہے۔ اور ابھی ۱۷ فروری کو جہانگیر کاؤس جی ہال میں ایک عظیم الشان

جلسہ ہوا۔ جس کی روئداد اخبارات میں شایع ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے بتاریخ

۱۷ اگست بمبئی میں ایک زبردست جلوس نکلا تھا اس کا فوٹو ہم اپنی تائید میں بغرض

ملاحظہ ناظرین شایع کرتے ہیں۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ وقف ایکٹ کے خلاف

نہ صرف بوڑھے بوہرہ حضرات ہیں۔ بلکہ تمام نوجوان تعلیم یافتہ بھی ہیں۔

(المشتہر)

حکیم عبدالعلی اورنگ آبادی

اخبار غالب وہ اخبار ہے۔ جو مولانا مولوی نذیر احمد صاحب خجندی کی زیر ادارت نہایت آب و تاب سے شہر بمبئی سے شائع ہوتا تھا۔ یہ اخبار آج کل بند ہے۔ اس میں بوہرہ وقف کے بارے میں ایک مدلل مضمون بطور لیڈر کے شائع ہوا تھا۔ اُسے ہم ذیل میں تمام و کمال نقل کرتے ہیں

(دیکھئے اخبار غالب ۱۴ر جون سنہ ۱۹۲۵ع)

داؤدی بوہرے اور اوقاف

اس اخبار کے کسی دوسرے صفحہ میں عنوان بالا سے ایک مضمون آپ کی نظر سے گزریگا۔ یہ مضمون اس اشاعت میں آچکا تھا۔ جسکو ہمنے باہر بھیجنے سے روکدیا۔ اور صرف شہر بمبئی میں اس کے کچھ پرچے باوجود ناقص طباعت کے لوگوں تک پہونچ گئے۔

وہ مضمون دیکھکر بعض حضرات ہمارے پاس آئے۔ اور انھوں نے معلومات کا ایک کافی ذخیرہ ہمارے سامنے پیش کیا۔ جسپر غالباً ہم متعدد اشاعتوں میں روشنی ڈال سکیں گے۔ یہ عنوان جس طرح ہمکو دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں توقع ہے۔ کہ ناظرین بھی اس سے کافی دلچسپی کا اظہار فرمائیں گے۔ اس میں علاوہ بوہرہ قوم کی کشمکش کا راز افشا ہونے کے ایک نظام قومی کے قابل عمل نظارے بھی سامنے آئیں گے۔

"تنظیم" کا بیڑا اٹھانے والے ذمہ داران خلافت کمیٹی ہوں، یا سکھوں کی تنظیم سے درس عبرت حاصل کرنے والے ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو ان سب کو اس مضمون میں تنظیم کے بہترین نمونہ ملیں گے۔

نظام دعوت

بوہرہ قوم نے اپنی جماعتی "تنظیم" کا نام نظام دعوت رکھا ہے۔ اور

طرح ڈالی گئی ہے۔ وہ ایک اصل اصول ہے۔ اس پر نظام کی کامیابی کا دار و مدار ہے اور اس پر توجہ کرنا سب سے پہلا امر ہے۔

حقیقت داعی اسمٰعیلوں کا عقیدہ ہے کہ جس طرح خدا کا نائب نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح نبی کا نائب وصی اور وصی کا نائب امام۔ کوئی زمانہ ایسا نہ ہوا تھا اور نہ ہوگا۔ کہ امام دنیا میں موجود نہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آقائے نامدار رسول خدا محمد مصطفےٰ صلعم تک برابر ۲۸ نبیوں کے درمیان سلسلۂ امامت قائم رہا۔ آقائے نامدار کے بعد امامت کا سلسلہ خاندان نبوت میں آیا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کے خاندان میں رہا۔ اور ان کی نسل میں قیامت تک یہ سلسلہ برابر قائم رہے گا۔ امام ہر زمانے میں موجود رہتا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا مستور۔ جس وقت امام مستور ہوتا ہے۔ اس وقت لوگوں کی ہدایت کے لیے داعی مطلق ان کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ جس کے وہی اختیار ہوتے ہیں جو امام ظاہر کے

طریقۂ نص وجوب امامت کا طریقہ نص ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو منتخب فرماتا ہے۔ اسی طرح بوہروں کا عقیدہ ہے۔ کہ نبی وصی کو۔ اور وصی امام کو۔ اور امام اعلیٰ کو منتخب اور مقرر کرتا ہے۔ امام کی غیبت میں ایک داعی دوسرے داعی پر نص کر کے اپنا جانشین مقرر کرتا ہے۔ اس طرح دعاۃ مطلقین کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اور داعی کالمعصوم اس لیئے دونوں غلطی سے مبرا ہوتے ہیں

اختیارات چونکہ امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ اس لیئے اس کے وہی اختیارات ہوتے ہیں۔ جو نبی کے ہیں۔ اور اس کے احکام نبی کے احکام ہوتے ہیں۔ چونکہ نبی کے

احکام خدا کے احکام مانے جاتے ہیں۔ اس لیے اُن لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ امام کا حکم گویا خدا کا حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح امام کی غیبت میں سارے اختیارات داعی کو تفویض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ عقیدہ ہے۔ کہ داعی کا حکم امام کا حکم ہوتا ہے کیونکہ وہ امام کا نائب ہے۔

داعی مطلق

داعی مطلق سے مراد وہ شخص ہے۔ جو غیبت امام میں داؤدی بوہروں کے دنیوی اور روحانی معاملات میں پورا پورا قابو رکھتا ہے جسکی بوہرہ جماعت کا ہر فرد ہر کلی اور ہر جزوی امر میں اطاعت کرتا ہے۔ دعاۃ کا سلسلہ تقریباً آٹھ سو سال سے جاری ہے۔ بوہروں کے عقیدہ میں داعی مطلق کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک اس کی ذاتی دوسرے عہدہ کے لحاظ سے پس ہر داعی بہ حیثیت اپنے عہدے کے املاک قومی۔ مساجد۔ مدارس۔ مقابر اور دوسرے انسٹی ٹیوشن پر مالکانہ حیثیت سے قابض و متصرف ہوتا ہے۔ جو اُن کے بعد اُن کے عہدے کے جانشین (دوسرے داعی) کے تصرف و قبضہ میں آجاتے ہیں اور جو چیزیں اُنہیں بطور نذرانہ یا وارثتاً اپنے آباد اجداد سے ملتی ہیں۔ اُن کی ذاتی ملکیت شمار ہوتی ہیں۔ جنہیں وہ اپنے اہل و عیال پر صرف کرسکتے ہیں۔ اور ان کے ورثا اور ان کے مالک ہوتے ہیں۔

دعوت اور بوہروں کا انتظام قومی۔

دعوت کے معنی ہیں۔ داؤدی بوہروں کی روحانی بادشاہت اور ان کا کاروبار ہر شہر میں جہاں جہاں بوہرے موجود ہیں۔ اُنکا گروہ جماعت کہلاتا ہے۔ اس جماعت کی روحانی اور معاشرتی امور کی نگرانی کے لیے ہر مقام یا شہروں میں جہاں بوہرے آباد ہیں۔ داعی کی جانب سے ایک عامل موجود ہوتا ہے۔ جو اس کا قائم مقام خیال کیا

جاتا ہے۔ تمام شہروں کی جماعتیں مجموعی طور پر نظام دعوت کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ داعی وقت اس نظام کا روح رواں ہوتا ہے۔ جس کا حکم روحانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ختمی سمجھا جاتا ہے۔ گویا بہ الفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ داعی نظام دعوت کا ایک مرکز ہوتا ہے جس کے گرد ہر فرد کشش روحانی یا مقناطیسی سے وابستہ ہے اور اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ جس نے اس نظام کو چھوڑا۔ گویا وہ اس دائرے سے باہر ہو گیا۔ اور جماعت سے خارج ہوا۔

نتیجہ مندرجہ بالا بیان سے واضح ہو گیا۔ کہ از روئے عقیدہ مذہب اسمٰعیلیہ داعی مطلق کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ کوئی بوہرا اس مذہب میں رہ کر ان کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ان کی حکم عدولی گویا خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

سبب مخالفت اس عقیدت مندی کو دیکھنے کے بعد سبب مخالفت پر غور کرنا ہے۔ اور سوچنا ہے۔ کہ ایسی متحد و متفق اور مضبوط شیرازہ والی قوم آج اس طرح متفرق اور منتشر ہونے کے لیے کس سبب سے طیار ہوئی۔

جب اس پر گہری نظر ڈالی جائیگی۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ مذہب کے نام سے جو شیرازہ بندی ہوتی ہے۔ وہ ہی مضبوط اور کار آمد اور سود مند ہوتی ہے۔ آج کل جدید تعلیم نے یا جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی صحبت کے اثر نے مذہب سے آزادی کے خیالات دماغوں میں اسقدر جاگزیں کر دیئے ہیں۔ کہ بیچارے مذہبی پیشرووں کو انکا لنا دوبھر ہو رہا ہے۔ یہی جدید تعلیم کا اثر ہے۔ جس نے ترکوں سے منصب خلافت کو صاف اڑوا کر آج دنیائے اسلام میں تہلکہ پیدا کر دیا۔ وہ یورپ جو اس واحد مرکز اسلام کی قوت جبروت

سے کانپتا تھا۔ اور اس کے زائل کرنے میں سینکڑوں برس سے جان توڑ سعی کر رہا

تھا۔ اور رات دن اُس کے لیے بے چین رہتا تھا۔ آج اسکو پیر پھیلا کر چین سے سونا

نصیب ہوا۔

اور یان اسلام کا کھٹکا ایک عرصہ بعید کے لیے اہل یورپ کے دلوں سے نکل

گیا۔ جدید تعلیم نے آج دماغوں میں مذہب سے آزادی کی ہوا اسقدر بھر دی ہے۔ کہ لوگوں

کی خواہش ہے۔ کہ وہ آزادانہ کلمات کفر بکیں۔ اور اُن کو اُسپر روکا ٹوکا بھی نہ جائے۔

بلاشبہ یہی چیز ہے۔ جس نے واؤدی بوہروں کے مضبوط شیرازہ کو توڑنے کیطرف

توجہ دلائی۔ قبل ازیں کہ ہم اس انتشار و تفرق کے نتائج پر توجہ دلائیں۔ بہتر معلوم ہوتا

ہے۔ کہ اول موجودہ نظام پر ایک نظر ڈالیں۔

موجودہ نظام ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ موجودہ داعی یعنی ملّا صاحب جیسا کہ ہم

پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ ایک قومی بہی خواہ روشن دماغ شخص ہیں اور ان کے کارناموں

پر غور کرنے سے ہمکو اس کا مزید صحیح اندازہ معلوم ہوگا۔

جماعت بندی یہ تو اوپر معلوم ہو چکا۔ کہ بوہروں کی ہر مقام پر جہاں ان کی قوم

موجود ہے۔ ان کی جماعت بندی ہے اور اسکو جماعت ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

عامل اس جماعت کا کارکن ایک عامل ہوتا ہے۔ جس کو ملّا صاحب مقرر کرتے ہیں

مرکز (یعنی ملّا صاحب) سے اجازت و مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

تنظیم اس مسلسل اور مضبوط نظام کے ماتحت بوہرہ قوم ایک طرف اپنے تجارتی کا

میں بہترین خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ دوسری سمت اپنی مذہبی خدمات

میں بھی اس کی تنظیم شاندار نظر آتی ہے۔

تعلیم کوئی مقام ایسا نظر نہیں آتا۔ جہاں یہ قوم ایک چھوٹی تعداد میں بھی موجود ہو۔ اور وہاں اس کی تعلیم کا انتظام نہ ہو۔

عربی مدارس یہ ضرور ہے۔ کہ ملا صاحب کو دینیات اور عربی مدارس کیطرف زیادہ توجہ ہے۔ اور فطرتاً وہ انگریزی تعلیم پر مائل نہیں۔ پھر بھی تجارتی کاروبار کیلئے گجراتی اور انگریزی ہر قسم کی تعلیم کا کافی انتظام ہے۔

یتیم خانہ ایسی مستعد اور ایک ہی اشارے پر چلنے والی قوم میں یتیم خانہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جبکہ وہ متمول بھی ہے۔ اور کاروباری بھی؛

ایک شخص دو دو چار چار یتیموں کی پرورش کرے۔ اور اپنے کاروبار میں اس کو لگا دے۔ تو یقیناً یتیم خانہ غیر ضروری ہے۔ پھر بھی ان کے متعدد یتیم خانے موجود ہیں۔

دار الطلباء یا بورڈنگ ہاؤس کا انتظام بھی بعض جگہ بہترین پیمانہ پر موجود ہے۔

مساجد ہر مقام پر مساجد ہیں۔ اور ہر مسجد دلہن بنی ہوئی ہے بہ اعتبار سجاوٹ اور بناوٹ کے۔

مسافر خانہ بوہرہ قوم کا کوئی آدمی کسی مقام پر جا کر قیام کے لیے تکلیف نہیں اٹھا سکتا۔ ہر جگہ ان کے کافی مسافر خانے موجود ہیں۔ خصوصاً زائرین کیلئے مکہ معظمہ (۲) مدینہ طیبہ (۳) بیت المقدس۔ (۴) کربلائے معلیٰ (۵) نجف اشرف (۶) بغداد شریف (۷) بصرہ جیسے مقامات پر ایسے مسافر خانوں کا انتظام ہے کہ کسی بوہرہ زائر کو تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اور وہاں کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔

قبرستان بھی ہر جگہ اچھی حالت میں نظر آئیں گے۔ ہر قبرستان کی چہار دیواری ہر قبر صفائی وغیرہ کا اپنا انتظام اور بزرگان قوم کے مقابر خصوصاً نمایاں اور شاندار ہیں یہ ہے اس قوم

کا انتظام ہی۔ آئندہ ہم وجہ مخالفت پر تفصیلی بحث کریں گے۔ جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

شہر دہلی میں ماہ مارچ ۱۹۳۳ء میں ایک پوسٹر شایع ہوا تھا۔ اور دیواروں پر چسپاں دیکھا گیا جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

مسلم وقف ایکٹ

اور

داؤدی بوہرہ اوقاف

منشائے حکومت بمسلم اوقاف قانون کے تحت میں لینے سے اس کے سوا گورنمنٹ کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ کہ حسابات درست رہیں۔ اور متولیان اوقاف کی نگرانی کیجائے

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ہندوستان میں اکثر اوقاف ابتری کی حالت میں ہیں۔ اور مقصد اوقاف کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن بوہرہ اوقاف ان نقائص سے قطعاً مبرا ہیں۔ اور حکومت اپنے مقصد کے خلاف دخل انداز ہونا مناسب نہیں سمجھتی۔ مگر بعض ناعاقبت اندیشوں کی غلط بیانیوں سے متاثر ہوکے گورنمنٹ کو بوہرہ اوقاف بھی قانون کے تحت میں لینے پڑے۔

بوہرہ اوقاف کی خصوصیات ہندوستان میں سب سے عظیم تر بوہرہ اوقاف ہیں۔ اور اُن کے پیشوائے اعظم کی نگرانی میں نہایت کامیابی اور باقاعدگی سے جاری ہیں۔ واقف کی مرضی کے مطابق چلائے جاتے ہیں۔ اگر تاریخ کا مشاہدہ کیا جائے۔ تو صاف طور پر واضح ہو جائیگا۔ کہ خلفاء فاطمین مصر کے زمانے سے (جسے ساڑھے آٹھ سو سال ہوئے) خاص ترمیم کیساتھ ان پر عمل درآمد ہوتا ہے۔

پیشوائے اعظم بوہروں کے پیشوائے اعظم داعی مطلق اور منصوص ہوتے ہیں

تمام اسلامی سلاطین نے انجام دینا روا رکھا کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔ داؤدی
بوہرے اپنے قائد اعظم کو "کالمعصوم" کہتے ہیں۔ ساڑھے آٹھ سو برس سے یہ طریقہ
رائج ہے۔ پچاس داعی، سجادہ دعوت پر متمکن ہو چکے۔ موجودہ داعی کا نمبر ۵۱ ہے۔

بوہرے کیوں کر اسے گوارہ کرلیں

کہ اپنے اوقاف بزرگ و معصوم قائد جماعت کے اثر سے نکال کر عدالتوں کے اختیار میں
دیدیں۔ جو باوجود سعی بلیغ واقف کے مقصد کے مطابق ہرگز عملدر آمد نہیں کر سکتے! اس
کے علاوہ اب تک تمام اوقاف کا کام تقریباً اعزازی طور پر مقامی متمول بوہرے انجام
دیتے ہیں۔ بعض دفعات کی رو سے وہ اپنا ہاتھ اٹھالیں گے۔ اور تنخواہ دار اہلکار مقرر
ہوں گے۔ اس کا بار صرف اوقاف پر پڑیگا۔ اور انتظام بھی معقول نہ ہو سکے گا۔
آمدنی اوقاف پر جانچ کرنے کی پانچ فیصدی فیس مقرر کی ہے جو نقصان کے ساتھ
ہی منشائے واقف کے بھی خلاف ہے۔

پبلک سے اوقاف کا تعلق

جو غلط فہمی پھیلانے کی لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ مسلم وقف ایکٹ کے تحت میں آجانے سے بوہرہ اوقاف
سے پبلک بالعموم فائدہ اٹھا سکے گی۔ کسقدر مضحکہ انگیز ہے۔ اس لیے کہ حکومت نگرانی
اور انتظام ضرور کر سکتی ہے۔ مگر مقاصد اوقاف کی تعمیل بھی بوجہ احسن ہو سکے۔ ناممکن
محض ہے۔ پبلک کو تو اسی طرح فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جس طرح پیشوائے اعظم مسلم
اداروں کی امداد کیا کرتے ہیں۔ گلزار حلیمی کے محرف ولغو اعلانات پبلک کو سخت مغالطہ
دے رہے ہیں۔ اُن کے غلط حوالوں اور نامعقول تاویلوں کے متعلق بہت جلد ازالہ
کا انتظام ہو جائیگا۔ تاکہ ... دھوکہ سے بچے۔

بوہرہ اوقاف کا انتظام بالکل جمہور اسلام کے مطابق ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بوہرہ اوقاف اصول کے اسی طرح پابند اور نظام اساسی کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ دوسرے اوقاف میں رخنے پڑ گئے۔ وقفہ منشائے واقف کے خلاف متولیوں کی بدنظمی وابتری کی دست برد میں آ گئے۔

مخالفین کی صریحی لغویت یہ بیان کس قدر غلط ہے۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ اور معزز بواہیر بوہرہ اوقاف کے مسلم قانون وقف کے تحت میں آنے کے مؤید اور موافق ہیں۔ اگر چند نفوس سے قوم اور تعلیم یافتہ افراد جماعت مراد ہیں۔ تو اس غلط بیانی کا کیا ٹھکانا ہے۔ حکومت کے کانوں تک ہندوستان کے طول وعرض میں جسقدر اس کے خلاف جلسے اور مظاہرے ہوئے۔ برابر آوازیں پہنچتی رہتیں اُسے تو یہ فریب نہیں دے سکتے۔ لیکن بے خبر پبلک کے جذبات میں غیر ضروری اشتعال واختلال پیدا کرنے کی کوشش کیئے جاتے ہیں۔ ان کو واضح ہونا چاہیئے۔ کہ پبلک اب وہ پبلک نہیں رہی ہے۔ جو ان کی ہنگامہ آرائیوں اور فتنہ پردازیوں سے متاثر ہو جائے۔ وہ اپنے تعلقات سے بہت زیادہ باخبر ہو چکی ہے۔

المعلن۔ شرف علی جے پور والا۔ ادوے پوری

اصل میں ذیل کے اقتباسات اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں درج ہونے چاہیئے تھے۔ مگر غلطی سے پہلے وہ درج ہو گئے ہیں۔ جو آخر میں نقل ہونا تھے۔ اور اب وہ نقل کیئے جاتے ہیں۔ جو شروع کتاب میں نقل ہونا تھے۔ بہرحال

متعلق ایک افتتاحیہ اپنے معلومات کی بنا پر لکھا ہے جو حسب ذیل ہے:-

مذہبی عقائد اور حسن تنظیم کے پیش نظر
وقف ایکٹ سے مستثنیٰ کیا جائے

داؤدی بوہروں کا حکومت سے زبردست مطالبہ

۱۹۲۳ء میں مسلم وقف ایکٹ لیجسلیٹو اسمبلی میں پیش ہو کر منظور ہوا۔ منظور کنندگان نے اُس وقت عام مسلم جماعت پر بحیثیت مسلمان نظر رکھتے ہوئے۔ زیادہ تر اوقاف کی بدنظمی اور متولیوں کی بدکرداری کے تدارک کے خاطر اس ایکٹ کو منظور کیا۔ اس وقت اسمبلی کا مطمح نظر اوقاف کی اصلاح و نگرانی تھی۔ اس نے ایک فرقہ پر نظر نہیں کی جس پر بوجوہ چند در چند اس ایکٹ کا اطلاق کرنا۔ اس کے خصوصی مذہبی عقائد، اور دیرینہ ملی تنظیم کے باعث بے انتہا مشکل ہے۔ نہیں بلکہ نا ممکن ہے۔ اس فرقہ کا نام داؤدی بوہرہ ہے۔ اس جماعت سے ہر ایک شخص آشنا ہے۔ قریباً آٹھ سو سال ہوئے۔ یہ فرقہ معرض وجود میں آیا تھا۔ اور اب تک اسی صورت پر قائم ہے۔ یہ تو ہر ایک شخص کو معلوم ہے۔ کہ یہ لوگ عام طور پر مرفہ الحال اور متمول ہیں۔ ان کے عقیدہ کے بموجب ان کا امام ان کی جماعت میں روحانی طریق پر کسی بشری لباس میں موجود رہتا ہے۔ چونکہ امام ان کے نزدیک مامور من اللہ ہوا کرتا ہے۔ اور نبی کے خلق و فطرت پر ہوتا ہے، اس لیے یہ فرقہ اپنے نائب امام کو جسے ملاجی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مرجع امور کل سمجھتا ہے۔ اور اپنے جملہ مذہبی اور معاشرتی امور میں ان کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ داؤدی بوہرہ کے ملاجی کے اختیارات بے انتہا وسیع ہوتے ہیں۔ مساجد و معابد و مقابر، اور قومی اوقاف وغیرہ کا انتظام و اہتمام انہی کی ذات سے متعلق ہوتا ہے۔

اول کامیاب مخالفت

اس لئے سنہ ۱۹۲۱ء میں داؤدی بوہروں نے اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ کئے جانے کی درخواست کی حکومت نے مستثنیٰ قرار دیدیا اور اسی ایکٹ کی رو سے یہ فرقہ تا اینَدم محفوظ رہا۔ لیکن اب حکومت کی جانب سے صادر ہوئے ہیں۔ کہ داؤدی بوہروں پر بھی وقف ایکٹ کا اطلاق ہوگا۔ اس قانون کی مصلحت سمجھنے سے بوہرہ قوم قاصر ہے۔ چنانچہ اُس نے بہت سے احتجاجی جلسے کئے ہیں حکام بالا دست کے ہاں درخواستیں گذاری ہیں۔ چونکہ ان کے مطالبات کسی حد تک حقیقت پر مبنی ہیں۔ اس لیے ہم بھی ان کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ اور اپنا نقطۂ نظر سپرد قلم کرتے ہیں۔

مذہبی آئین میں دراندازی

ہم اوپر لکھہ آئے ہیں۔ کہ بوہروں کے مختار کل اور مرجع الامور ان کے ملاجی ہوا کرتے ہیں۔ انہیں مذہبی تقدس کے سبب وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اس جماعت کا نظم ونسق ۸۰۰ سال سے ایسے اشخاص سے وابستہ چلا آتا ہے۔ ان کی مرفہ الحالی اور فارغ البالی ان کی حسنِ تنظیم کی گواہ ہے۔ گاہے ماہے ہی کبھی ان کا کوئی باہمی معاشرتی یا مذہبی قضیہ انگریزی عدالت میں آیا ہو۔ کچھ سال ہوئے۔ کہ ان کے موجودہ مذہبی پیشوا تقدس مآب سردار سیدنا سیف الدین صاحب سے کوئی ۲۸ آدمی باغی ہو گئے تھے۔ ان کو جماعت سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے عدالت میں بے بنیاد الزامات کی بنا پر تقدس مآب ملاجی کے خلاف مقدمات دائر کئے۔ غالباً سنہ ۱۹۳۰ء میں ان کے فیصلے ہو گئے۔ تقدس مآب کو فتح ہوئی۔ اور ان کے حقوق کو عدالتی طریق پر تسلیم کر دیا گیا۔ اب بوہرہ قوم پر اس قانون کا اطلاق تقدس مآب کے اختیارات کو محدود کرنے کے مساوی ہوگا۔ اور یہ اسی قسم کی مذہبی دراندازی ہوگی۔ جیسی کہ شاردا ایکٹ۔ اس لیے بوہروں پر قانون کا اطلاق سخت نا مناسب ہے۔ علاوہ ازیں بوہروں کے اوقاف کی حالت بوجہ ایک مرکز کے زیر انتظام

ہونے کے ہمیشہ سے اعلیٰ درجہ کی رہی ہے۔ اس لیے اس قانون کا ان پر اطلاق نہ صرف غیر مناسب اور اختلال انگیز ہوگا۔ بلکہ بے کار محض اور لغو فعل شمار کیا جائے گا جس مقصد کے لیے اس ایکٹ کو جاری کیا گیا ہے۔ وہ مقصد بوہرہ اوقاف سے حاصل ہے۔ ان کا نظم ونسق مکمل ہے۔ اس لیے ایک طریق سے بوہروں کو بھی اس ایکٹ کے تحت میں لانا تحصیل حاصل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا!

دیرینہ اور جداگانہ طرز معاشرت

داؤدی بوہرے اپنے خاص عقائد اور واحد مرکز (ملاجی) سے متمسک ہونے کے سبب باقی تمام جماعتوں سے معاشرتی طریق پر منفرد رہے ہیں! عام لوگوں کو ان کے رسوم و رواج تک سے آگاہی نہیں، قلیل التعداد ہونے کے سبب وہ ایک دوسرے۔ بہت مربوط ہیں اور ۸۰۰ سال سے اسی نہج پر ان کی زندگی بسر ہوتی چلی آرہی ہے۔ نہ کبھی اُنہوں نے کسی کے معاملہ میں دخل دیا۔ اور نہ کبھی کسی نے ان کے معاملہ میں دخل دیا، پھر لطف یہ کہ ان کا نظم ونسق قابل مثال رہا۔ اس لیے مناسب والنسب یہی ہے۔ کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑا جائے کیونکہ ایسی جماعت کے تمام شعبہ ہائے زندگی ایک ہی مرکزی انتظام سے کلیتہً وابستہ ہونے کے باعث باہمہ گیر ایسے وابستہ ہیں۔ کہ ان میں کسی ایک کی ترمیم و تنسیخ سے جملہ نظم ونسق میں اختلال پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مزید برآں جیسے کہ ہم نے ابھی بتایا کہ یہ قانون ایک ضرورت کے پیش نظر بنایا گیا ہے۔ اس لیے داؤدی بوہروں کو اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ کرنے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی، ہمیں امید واثق ہے۔ کہ حکومت مثل سابق محولہ بالا احوال وکوائف۔ اور نیز اس امر واقع کے پیش نظر۔ قوم بھر نے متحدہ طور پر اس کا مطالبہ کیا ہے کہ اپنے حکم پر جس کی رو سے بوہروں کو متذکرہ قانون کے تحت لایا گیا ہے۔ مکرر غور کریگی اور ان کا تشکر و امتنان حاصل کرے گی؛

اخبار "ملت" دہلی کا ایک روزنامہ ہے۔ جو اپنی راستبازی اور صاف گوئی

کے لیئے مشہور ہے۔ جس کے ایڈیٹر ایک گریجویٹ ہیں۔ وہ اپنے لیڈنگ میں یوں گوہر فشانی کرتے ہیں:۔

قانون وقف اور جماعت بوہرہ

حکومت بمبئی نے بوہرہ جماعت کے بعض افراد کی کوششوں اور خواہش سے قانون وقف کا اس پر نفاذ کا جو فیصلہ کیا ہے۔ اس سے نہ صرف صوبہ بمبئی کے بوہرہ مسلمانوں میں بلکہ ہندوستان کے مختلف حصوں کے بوہروں میں شدید جوش اور ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ ابھی حال میں بوہرہ جماعت اس کے خلاف پُر زور اور متفقہ مظاہرہ کرکے اس قانون سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرچکی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ حکومت نے جماعت کی اس ناراضگی اور غصّہ کا پورا اندازہ کرلیا ہوگا۔ جو اس قانون سے اس جماعت کے اوقاف کو مستثنیٰ نہ کرنے سے ان میں پیدا ہوجائے گا۔ بوہرہ جماعت کا دعویٰ ہے۔ کہ ان کے اوقاف کا جس قدر بہتر انتظام ہے مسلمانوں میں کسی فرقہ کا نہیں ہے؛ اوقاف کی آمدنی شریعت اور شرائط وقف کے عین مطابق ٹھیک طریقہ پر صرف ہوتی ہے۔ اور کہیں کبھی اس کے متعلق کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ انہی اوقاف کی آمدنیوں سے ہر بڑے بڑے شہر مین اس جماعت کے لیے۔ مساجد، مسافرخانے، مدرسے، اور اسی قسم کے رفاہ عام کے لیے مختلف ادارے چل رہے ہیں۔ اور حضرت ملّا طاہر سیف الدین صاحب خود ان کی نگرانی فرماتے ہیں۔ ان اوقاف کے منتظمین صرف وہی لوگ مقرر کیے جاتے ہیں۔ جو دیانتدار اور صاحب ثروت ہوتے ہیں۔ تاکہ ان پر وقف کی آمدنی کے بیجا تصرف کا الزام نہ آسکے۔ ان کے حسابات کی بھی باقاعدہ طریقہ پر سالانہ جانچ ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر قانون اوقاف کے نفاذ کو یہ جماعت اپنے لیے بالکل فضول اور بے جا سمجھتی ہے۔ بہرحال خواہ قانون اوقاف ہو۔ یا کوئی اور ضروری قانون کسی جماعت اور کسی قوم کے مذہبی امور کے متعلق کوئی اصلاحی قانون اسوقت تک کسی طرح نافذ نہیں ہوسکتا۔ جب تک

کہ خود قوم اس کے لیے تیار نہ ہو۔ ہمیں امید ہے۔ کہ حکومت بمبئی اسے محسوس کرے گی۔ اور بوہرہ جماعت کے جذبات اور احساسات کا احترام کرے گی۔

"اخبار" الخلیل" ایک شاندار پرچہ ہے۔ جو ہفتہ میں تین بار دہلی سے نہایت آب وتاب سے نکلتا ہے۔ اس نے بھی اپنی اشاعت ۲۸ راگست سنہ ۱۹۳۱ء میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا ہے۔ جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے"؛۔

حکومت بمبئی کا ایک خطرناک اقدام عمل

بوہرہ قوم کے عقائد و نظام پر امپیریل حملہ !!

مغربی سواحل ہند پر بوہرے اسمعیلی اور میمن وہ فرقے ہیں جو کروڑوں روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور خاموشی اور سکون کیساتھ تجارت کرنے اور قومی دولت بڑھانے میں مصروف ہیں۔ عامۂ اہل اسلام کو ان کی ذات اور ہستی پر اس اعتبار سے ناز ہے۔ کہ یہ منظم فرقے ہیں۔ اور اپنی مہارت کاروبار اور دولت مندی سے اس گئے گذرے وقت میں انہوں نے مسلمانوں کی لاج رکھ لی ہے۔

ان میں سے فرقہ بوہرہ بہت بڑا ترقی یافتہ فرقہ ہے۔ تجارت اور کاروبار میں وسیع ترقی حاصل کرنے کے علاوہ اس نے اپنی داخلی تنظیم شعائر ملی و مذہبی کے قیام و بقا اور علم و فضل میں بھی خاص حیثیت و شہرت حاصل کر لی ہے۔ ہمیں اس فرقے کی تنظیم اور اتفاق دیکھکر گونہ مسرت ہوتی ہے۔ آٹھ سو سال کا زمانہ ہوگیا۔ فرماں روائیاں بدل گئیں۔ سریرائے حکومت کہیں سے اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ نہ وہ تاجدار رہے۔ اور نہ وہ زمانہ۔ لیکن باد مخالف کے کسی جھونکے اور حوادث روزگار کے کسی تھپیڑے نے انھیں اپنی جگہ سے نہ ہلایا۔ اور یہ چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم رہی۔

ان میں ایک داعی مطلق ہوتا ہے۔ جسے نائب امام کہا جاتا ہے ...... اور گویا معصوم سمجھا جاتا ہے۔ یہ داعی مطلق یا نائب امام ان کی تنظیم، ان کے شعائر ملی، ان کے اوقاف

اور تمام امور منزلی و معاشرتی امور کا مختار کل ہوتا ہے۔ اور اسی کے زیر ہدایت پورا فرقہ کام کرتا ہے۔ جن شہروں میں بوہرے آباد ہیں۔ وہاں وہ اپنی طرف سے ایک ایک عالم کو عامل مقرر کرتا ہے۔ اور یہی عامل امامت، تجہیز و تکفین، شادی و غمی، اور جملہ فرائض کو انجام دیتا ہے۔ رہے اوقاف انکے انتظام کے لیے جس شہر میں جو اوقاف ہوتے ہیں۔ اسی شہر کے متدین و متمول رؤسا، کو متولی مقرر کرتا ہے۔ اس متولی کا فرض ہے۔ کہ ہر چھٹے مہینے اوقاف کا حساب نائب امام کی خدمت میں پیش کرے۔ اور اُن کے تصدیقی دستخط ثبت کرائے۔ نائب امام خود بھی دورے کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ ہر دوسرے سال ان کی طرف سے ایک دیندار اور صاحب علم و فضل ناظر ہر شہر کا دورہ کرکے اوقاف کی حالت کا مشاہدہ برائے التعین کرتا ہے۔ اور ان کے متعلق جمہور کی شکایت سنتا ہے۔ بوہروں سے زکوٰۃ کی وصولی کا کام اسی ناظر کے سپرد ہوتا ہے۔

تمام زکوٰۃ براہ راست یا بذریعہ ناظر نائب امام کے پاس پہونچتی ہے۔ اور وہ اُسے مستحقین کو تقسیم کرتے ہیں۔ یہ کتنا بہتر، کتنا قابل تعریف اور کتنا شرعی انتظام ہے یہی وجہ ہے۔ کہ بوہرے سکون و اطمنیان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان میں کوئی بھوکا نہیں مرنے پاتا۔ اور نہ غریب ہونے دیا جاتا ہے، مسافر خانے مزین۔ لنگر خانے جاری مساجد آراستہ اور شعائر ملی قائم ہیں۔ غور کیجئے۔ کیا یہ انتظام وہی انتظام نہیں جو شارع اسلام نے مسلمانوں کے لیے تجویز کیا تھا۔ ہمارے امیر شریعت قائم ہی ہوتے رہے۔ اور یہ تحریک پیدا ہو ہو کر فنا ہو ئی، مسلمانوں کے دیگر طبقات کو اس تنظم سے سبق لینا چاہیئے۔

انتہا یہ ہے۔ کہ بوہروں کی اس تنظیم اور اتفاق کو دیکھکر حکومت کے دیباچئے استبداد میں بھی ایک ہیجان افروز اور طوفان خیز لہر پیدا ہوئی ہے۔ اور اُس نے بھی یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء سے وقف ایکٹ کا نفاذ اس فرقہ پر کرنے کا اعلان کرکے اس کی تنظیم

ہی پرنہیں۔ معتقدات پر حملہ کر دیا۔ جب سنتہ میں بمبئی میں اس قانون کا نفاذ ہوا تھا۔ تو بوہروں کی درخواست پر حکومت نے انہیں مستثنیٰ کر دیا تھا۔ لیکن خدا معلوم۔ کہ کاشانۂ حکومت میں کیا سرگوشیاں ہوئیں۔ کہ اس نے پھر انہیں چھیڑنے کی ٹھانی ہے

قانون اوقاف، اوقاف کی حالت سنوارنے اور بہتر بنانے کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ جب انتظام پہلے ہی بہتر ہو، اتنا بہتر کہ اس کی تعریف میں اسلام کا ہر فرقہ رطب اللسان ہو تو حکومت کیوں اپنے قانون کا ہنٹر ہاتھ میں لیے آگے بڑھ رہی ہے۔ پھر اس فرقہ کے معتقدات جداگانہ ہیں۔ جس نائب امام کو یہ کا معصوم سمجھتے ہیں۔ اس کے اختیارات کے سلب کو یہ فرقہ مداخلت فی العقائد تصور کرتا ہے۔ مدارس یتیم خانے مسافر خانے، لنگر خانے، قبرستان، اور اوقاف ہر شعبہ بہتر حالت میں ہونے کے باوجود حکومت کا یہ اقدام عمل واقعی اضطراب افزا۔ اور شور انگیز ہوگا۔ اور بوہرہ قوم مٹ جائے گی۔ لیکن وہ اپنے دین میں اس مداخلت کو گوارا نہ کرے گی۔ اور نہ کرنا چاہیے جب انتظام اعلیٰ ہو، جمہور کو کچھ شکایت نہ ہو، دوسرے فرقے اس پر اظہار تحسین کرتے ہوں۔ اور ساتھ ہی عقائد مذہبی پر زد بھی پڑ رہی ہو۔ تو اپنے انتظام میں آخر مداخلت گوارا کیوں کی جائے؟

ہم حکومت بمبئی کو متنبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک سکون پسند اور وفاکیش فرقہ کو ہیجان میں نہ لائے۔ اور اسے اسکی خواہشات کے مطابق مستثنیٰ رہنے دے ورنہ مستثنیٰ تو کرنا ہی پڑے گا۔ رائے عامہ کا مقابلہ آسان امر نہیں، لیکن قوم میں جوش پیدا کرکے ہزار دشواریوں کے بعد کیا تو کیا کیا۔ افسوس ہے کہ حکومت تدبر سے کام لینا ہی بھول گئی ہے اور اس نے اپنے وقار کو آپ خاک میں ملا رکھا ہے"

مسلمانوں کے اوقاف

جہاں ہم بوہروں کو اس تنظیم کے لیے قابل تبریک سمجھتے ہیں۔ وہاں دیگر فرقہ ہائے اسلام کے جمود

دبے حسی پر اظہار افسوس و درد کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ سکھوں نے اپنے اوقاف کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہندو انہی پر پھول پھل رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ مسلمانوں کی غفلت و بے انتظامی کی نذر ہو رہا ہے۔ اور اگر ہمارے اوقاف کی آمدنی کی تنظیم ہو جائے۔ تو ہماری درس گاہیں، ہمارے جرائد، ہمارے قبرستان، اور ہمارے یتیم خانے اس کس مپرسی کی حالت میں نہ پڑے رہیں۔ اور ملّی و مذہبی ضروریات کے لیے لاکھوں روپیہ ہمارے پاس موجود رہے!

"اخبار "ملاپ" لاہور ہندوؤں کا ایک کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ جو لاہور سے ہر روز شایع ہوتا ہے۔ اس کے مضامین ہندو قوم میں توجہ سے پڑھے جاتے ہیں اس نے بھی اس معاملہ کے بارہ میں ایک نوٹ لکھا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

تین لاکھ بوہروں کی مذہبی آزادی میں گورنمنٹ دست اندازی نہ کرے

بوہرے وقف قانون نہیں چاہتے

ہم حیران ہیں۔ کہ حکومت کے مشیر کار حکومت کو ایسے غلط مشورے کیوں دیتے ہیں۔ جس سے خواہ مخواہ بے چینی پیدا ہو۔ اور ان سے ملک کا یا کسی فرقہ کا کوئی بھلا نہ ہو۔ جب وقف قانون اسمبلی میں پاس ہوا تھا۔ تو اس میں ایک دفعہ یہ رکھی گئی تھی۔ کہ اگر کسی صوبے میں حکومت مناسب سمجھے تو کسی فرقے کو اس قانون سے مستثنیٰ رکھ سکتی ہے۔ اور جب صوبہ بمبئی میں اس قانون کو نافذ کیا جانے لگا۔ تو وہاں کے تین لاکھ بوہروں نے اس کے خلاف زبردست پروٹسٹ کیا۔ جس کے سامنے حکومت نے سر جھکا دیا۔ اور بوہروں کو قانون وقف سے مستثنیٰ قرار دیدیا۔ بوہرے تجارت پیشہ مسلمان ہیں۔ نہایت منتظم اور ایماندار ہیں۔ ان کی مسجدوں اور دھارمک انسٹی ٹیوشنوں کا انتظام بے مثال ہے۔ اور آجتک ان کی وقف جائدادوں کے انتظام کے متعلق کسی بوہرے کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ بوہرے چاہتے ہیں۔ کہ ان کے اس مذہبی

انتظام میں کوئی حکومت دخل نہ دے۔ اس کے ساتھ ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ بوہرے حکومت کے پورے وفادار ہیں۔ بلکہ عام زبان میں انہیں ٹوڈی تک کہا جاتا تھا۔ بوہروں کے معزز ملا صاحب ملا طاہر سیف الدین صاحب ہمیشہ حکومت کے ساتھ لگے رہنا ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ لیکن ان بوہروں کو ان کی وفاداری کا یہ صلہ ملنے لگا ہے۔ کہ ان کی مرضی کے خلاف قانون وقف ان پر ٹھونس دیا جائے گا۔ اور یکم اکتوبر سے اُن کے مذہبی اوقاف میں اس قانون کی دست اندازی ہو جائے گی۔

ہم حکومت کو مشورہ دیں گے۔ کہ وہ تین لاکھ بوہروں کو ناراض کرنے کی غلطی نہ کرے۔ جب وہ اپنے مذہبی معاملات میں سرکاری دست اندازی کو پسند نہیں کرتے۔ تو اُن پر یہ قانون جبراً نافذ کیوں کیا جائے۔ بمبئی کے اخبارات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بوہروں نے حکومت کے اس فیصلے کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے ہیں۔ ان کے اندر اندر حکومت کے خلاف ناراضگی پھیل رہی ہے۔ تدبر کہتا ہے۔ کہ اس ناراضگی کو بڑھایا نہ جائے یوں بطور ایک قوم پرست کے ہم تو خوش ہیں۔ کہ ہندوستان کے ایک مالدار اور منتظم سوداگر فرقہ کو بھی سرکاری وفاداری کا تجربہ ہو گیا ہے۔ اور اب وہ سمجھ جائیں گے۔ کہ وہ کہاں کھڑے ہیں ؛

اخبار "ہمت" لکھنو کا ایک مشہور اخبار ہے جو مشہور جرنلسٹ سید جالب کا جاری کیا ہوا ہے۔ وہ اپنے روزنامہ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۳۱ء کے مقالہ میں وقف ایکٹ کے بارہ میں یوں رقم طراز ہے"

داؤدی بوہروں میں ہیجان واضطراب

قانون وقف جس وقت ۲۱-۱۹۲۰ء میں اسمبلی کے سامنے پیش کیا گیا تھا اُس کا منشا محض یہ تھا۔ کہ اوقاف کا انتظام دُرست ہو جائے اور اُن کی آمدنی شرائط اوقاف کے مطابق صرف ہو۔ عام مسلمانوں نے اس قانون کا خیر مقدم کیا۔ لیکن بوہروں نے

اس کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا۔ کہ ان کو اس قانون سے مستثنیٰ کیا جائے۔ ان کا یہ احتجاج اس بنا پر نہایت معقول تھا۔ کہ بوہروں کا اوقاف کا انتظام ہمیشہ نہایت عمدہ رہا ہے۔ ایسا عمدہ کہ اگر حکومت براہ راست اوقاف کی خود منتظم ہو جائے تب بھی وہ انتظام بوہروں کے انتظام سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ اپنی انتظامی اور تنظیمی قابلیت کے اعتبار سے بوہرہ جماعت اپنے مذہبی اور قومی ادارات کو ہر وقت حکومت کے ادارات کے مقابلہ میں پیش کر سکتی ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کئی سال کا تجربہ شاہد ہے۔ کہ جو اوقاف حکومت کی نگرانی میں آچکے ہیں۔ وہ کسی طرح انتظامی حیثیت سے بوہروں کے اوقاف سے بہتر نہیں۔ ہمارے خیال میں حکومت اور ہندوستان کے دوسرے فرقوں کو اپنے اوقاف کی اصلاح کے لیے ابھی بوہروں سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔

حکومت نے ابتدأً بوہروں کے احتجاج کی قوت اور معقولیت کا اندازہ کیا۔ اور قانون میں دفعہ ۱۳ داخل کر کے ان کو قانون وقف سے مستثنیٰ کر دیا۔ لیکن اب معلوم نہیں کیوں حکومت بمبئی نے ۲۸ جولائی ۱۹۳۱ء کو ایک حکم نافذ کر کے بوہروں کو اس استثنار سے محروم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یقیناً بوہروں کے اوقاف کے حالات میں ابھی تک کوئی ناگوار انقلاب نہیں ہوا۔ وہ ایسی کامیابی اور خوش انتظامی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اس وقت تک وہ اوقاف جو حکومت کی نگرانی میں ہیں۔ بوہروں کے اوقاف کے معیار پر بھی نہیں پہونچے ہیں۔ بیشک اگر عام اوقاف کی حالت ان سے بہتر ہو گئی ہوتی۔ تو حکومت کی یہ نئی تحریک ایک گونہ معقول ہو سکتی تھی۔ مگر ایسا نہیں؛

اس حکم سے داؤدی بوہروں میں سخت ہیجان و بے چینی ہے۔ سنّی بوہرے بھی برہم ہیں۔ بمبئی اور دوسرے مقامات کے داؤدی بوہروں نے احتجاجاً بڑے بڑے مظاہرے کیئے ہیں۔ دو ایسی ہڑتالیں ہوئی ہیں۔ کہ ایک بوہرے کی دوکان بھی نہیں کھلی۔ بوہروں میں یہ ایجی ٹیشن ان کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اور بلحاظ ان کی طبعی امن پسندی کے

حیرت انگیز بھی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ بوہروں میں اوقاف کو مذہبی نقطہ نظر سے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، ان کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کا مدار ان اوقاف پر ہے۔ وہ اس خصوص میں حکومت کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔ اور کسی طرح اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارے خیال میں بوہروں کو اس قانون سے قطعی مستثنیٰ رہنا چاہیئے۔ وہ اپنے پیشوا یعنی ملا سردار طاہر سیف الدین صاحب کی نگرانی میں اپنے اوقاف کا انتظام حکومت سے کہیں زیادہ اچھا کر سکتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ اگر حکومت نے اپنا حکم واپس نہ لیا۔ تو بوہروں کی مذہبی اور عمرانی زندگی کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ اور ان کی روایات برباد ہو جائیں گی"۔

روزنامہ "ہمدم" لکھنو کا ایک نہایت پرانا اخبار ہے۔ وہ فانوس خیال کے عنوان کے ماتحت اپنی اشاعت ۱۳ اگست ۱۹۳۱ء میں یوں لکھتا ہے:-

بوہرہ جماعت کے اوقاف

جب سے ہم نے اوقاف کے انتظام و اصلاح کا سوال اٹھایا ہے۔ بمبئی کے مسلمانوں نے اس وقت سے اصلاح اوقاف کی تحریک نہایت شدومد سے شروع کر دی ہے۔ اور گورنمنٹ سے پر زور مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ اس قومی دولت کو بددیانت متولیوں کی خورد برد سے بچایا جائے۔ گورنمنٹ بھی اس ضروری سوال کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اور امید ہے۔ کہ اگر ایجی ٹیشن معقول طریقہ پر اسی زور شور کیساتھ جاری رہا۔ تو کوئی مفید نتیجہ ضرور نکل آئے گا۔ لیکن بوہرہ جماعت اس ایجی ٹیشن کے اثرات سے ان اوقاف کو علیحدہ رکھنا چاہتی ہے۔ جو ان کے مذہبی پیشوا صاحب کے زیر نگرانی ہیں۔ چنانچہ بمبئی سے اس کے متعلق پروٹسٹ ہمارے پاس بذریعہ تار برقی پہنچے۔ ان کو بھی ہم نے شائع کر دیا۔ اس جماعت کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ ان کے روپیہ کا بہترین انتظام ملا صاحب ہی کی نگرانی سے ہو سکتا ہے۔ جو ان کے مذہبی پیشوا ہیں۔ چنانچہ ایسے بہت سے مراسلات ہم کو موصول ہوئے ہیں۔ جن میں بوہرہ اوقاف

کے معاملہ میں گورنمنٹ کی مداخلت کو بے جا خیال کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے تمام بوہرے ملا صاحب کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔ اور ان کی دیانت داری اور امانت داری پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ اور وہ ہرگز اس بات کو پسند نہ کریں گے۔ کہ اُن کے اوقاف اُن کے مذہبی پیشوا کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر اُن لوگوں کے حوالے کر دیئے جائیں؛ جن کی امانت داری کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ہمارا خیال یہ ہے۔ کہ جب بوہرہ جماعت کو ملا صاحب پر اس قدر اعتماد ہے۔ اور اُن کی دیانت پر اسقدر بھروسہ ہے۔ کہ وہ اپنے اوقاف کے لیے کوئی دوسرا انتظام پسند نہیں کرتے۔ تو گورنمنٹ کو کیا پڑی ہے۔ کہ وہ خواہی نہ خواہی دخل در معقولات کرے۔ کہا جاتا ہے " صاحب کو اپنی ذمہ داری اور جواب داری کا اسقدر احساس ہے۔ کہ وہ ایک پیسہ اِدہر سے اُدھر نہیں ہونے دیتے اور قوم کا روپیہ قومی بہبودی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں گورنمنٹ کو دست اندازی کی ضرورت ہی کیا ہوگی۔ گورنمنٹ تو جو کچھ اس خصوص میں کرنا چاہتی ہے وہ مسلمانوں کی درخواست پر اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے؛ اگر بوہرہ جماعت گورنمنٹ کی دست اندازی کے خلاف ہے۔ تو گورنمنٹ کو مداخلت کا کوئی حق نہیں"

"انصاف" ایک روزنامہ ہے۔ جو شہر کانپور سے نکلتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر مشہور اہل قلم سید شبیر حسین قتیل ہیں۔ وہ اپنے اخبار مورخہ ۲۱ راگست میں یوں رقمطراز ہیں؛

داؤدی بوہرے اور قانون وقف

حکومت بمبئی کے ایک جدید حکم کے خلاف جس کا مقصد داؤدی بوہروں پر قانون وقف کا نفاذ ہے۔ بوہرہ جماعت میں سخت اضطراب و ہیجان پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ دن ہوئے بمبئی میں اس جماعت کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا۔ جس میں عوام کے علاوہ جماعت کے تمام چیدہ اور سربرآوردہ حضرات شریک تھے۔ مسٹر صالح بھائی کے بڑودہ والا صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں حاضرین جلسہ کو قانون وقف کی تاریخ سے آگاہ

کہا۔ اور کہا کہ ۱۹۲۰ء میں جب اس قانون کا مسودہ ہندوستان کی مجلس قانون ساز میں پیش ہوا۔ تو اُس وقت اس کی تصریح کر دی گئی تھی۔ کہ اس کا نفاذ صرف مسلمانوں پر ہوگا۔ اور ہم کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ کسی وقت اس کے حلقہ میں ہم بھی داخل کیئے جائیں گے۔ لیکن حفظ ماتقدم کے خیال سے میری جماعت نے مجھے اسی وقت حکم دیا تھا کہ میں اس کے اثر سے بوہرہ جماعت کو مستثنےٰ کرالوں۔ اور میں نے اس مسودہ میں ترمیم پیش کر کے دفعہ ۱۳ کا اضافہ کرایا۔ جس کے تحت میں مقامی حکومتوں کو اختیار دیا گیا تھا۔ کہ وہ جس جماعت کو چاہیں۔ اس سے مستثنےٰ کر دیں۔ چنانچہ اسی دفعہ ۱۳ کی بناء پر ہماری جماعت اب تک اس قانون کے اثر سے مستثنےٰ رہی۔ لیکن اب ایک نئے حکم کے مطابق یہ قانون ہماری جماعت پر بھی عائد ہوگا۔ آپ نے کہا۔ کہ میں حکومت بمبئی کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اسکو وزیر متعلقہ نے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور بوہرہ جماعت کے ۹۹ فیصدی افراد نفاذ قانون کے خلاف ہیں۔

جن لوگوں کو بوہرہ جماعت کی حیرت انگیز تنظیم اور اُس کے حسن انتظام سے کچھ بھی واقفیت ہے۔ وہ بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس جماعت کے مذہبی یا انتظامی معاملات میں دخل دینا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ اگر صرف ان کے اوقاف ہی پر نظر کی جائے۔ تو ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اپنے اوقاف کا انتظام جس کامیابی اور تکمیل کیساتھ یہ جماعت کرتی ہے۔ اُس کی نظیر کسی ایسے وقف میں بھی نہیں مل سکتی جس کا انتظام براہ راست حکومت کی نگرانی میں ہو۔ بوہرہ جماعت کے اوقاف میں کبھی کوئی شکایت غبن یا خیانت کی سُننے میں نہیں آئی۔ اور کبھی کوئی معمولی شکایت پیدا ہوئی بھی تو جماعت کے رئیس و پیشوا جناب ملا صاحب نے جو اپنی جماعت کے تمام اوقاف کی نگرانی بہ نفس نفیس کرتے ہیں۔ اُس کا تدارک فوراً کر دیا۔ حکومت کو اصولاً کسی ایسی جماعت کے معاملات میں دست اندازی سے اجتناب

کرنا چاہیئے۔ جو اپنے گھر کا آپ انتظام کر سکتی ہو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ حکومت بمبئی کو یہ خیال دفعتاً کیوں پیدا ہوا۔ کہ وہ قانون وقف کے حلقہ میں بوہرہ جماعت کو بھی داخل کرے۔ بظاہر سوا اس کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ جیساکہ بوہرہ جماعت کے اکثر سربرآوردہ حضرات علانیہ طور پر کہتے ہیں۔ کہ یہ حکم بعض اُن وزراء کی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جن کے انتخاب کے وقت بوہرہ کمیونٹی کے پیشوا اجاب ملّا صاحب نے اُن کے حریف کو مدد دی تھی :

بوہرہ جماعت سیاسیات سے ہمیشہ الگ تھلگ رہی ہے۔ اور اس کو دولت برطانیہ کے ساتھ اپنی وفاداری پر بڑا ناز ہے۔ ہم اِس موقعہ پر اُن کی اس ذہنیت پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ہمکو حکومت بمبئی کے طرز عمل پر ضرور حیرت ہے۔ کہ وہ ایک بے بنیاد اور غیر ضروری جھگڑا کھڑا کر کے ایک وفادار اور خاموش جماعت کے جذبات وفاداری کو خواہ مخواہ صدمہ پہونچا رہی ہے۔ جہاں تک ہمکو اندازہ ہوا ہے۔ بوہرہ جماعت حکومت کے اس حکم سے بہت متاثر ہے اور یہ جہاں جہاں آباد ہے۔ وہاں وہاں اس حکم کے خلاف زبردست جلسے ہو رہے ہیں۔ اور سیاہ جھنڈوں کے ساتھ بڑے بڑے عظیم الشان جلوس نکل رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ حکومت بمبئی اپنے اس افسوسناک حکم کو جلد واپس لے کر بوہرہ جماعت کو مطمئن کر دے گی ورنہ حکومت کے لیے پریشانی اور تشویش کا ایک نیا سامان پیدا ہو رہا ہے۔ بوہرہ جماعت گو ایک خاموش اور پُرامن جماعت ہے۔ لیکن ان میں احساس اور زندگی کے بہت کافی آثار موجود ہیں۔ اور ہمیں خوف ہے۔ کہ حکومت اگر اس معاملہ میں اپنی ضد پر قائم رہی تو یہ جماعت، جس کے حقوق مذہبی و معاشرتی میں بلا وجہ مداخلت کی جا رہی ہے۔ اُس کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوگی :

"اخبار اہلحدیث" جماعت اہلحدیث کا مشہور آرگن ہے اور امرتسر سے

ہر ہفتہ شایع ہوتا ہے ۔ وہ اپنی اشاعت مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۳۱ء میں یوں تحریر کرتا ہے :۔

اوقاف پر گورنمنٹ کی نگرانی

اوقاف کی بابت آئے دن شکایات سن کر گورنمنٹ ہند نے یہ قانون پاس کیا تھا ۔ کہ متولیان اوقاف اپنا حساب کتاب گورنمنٹ کو دکھایا کریں ۔ مگر ایک دفعہ اس میں یہ بھی رکھ دی تھی ۔ کہ جس جگہ کوئی منتظم سوسائٹی ایسی ہو ۔ کہ وہ اوقاف کی حفاظت کما حقہ کر سکے ۔ اس پر یہ قانون جاری نہ ہو ۔ صوبہ بمبئی میں یہ قانون جاری ہوا ۔ تو بوہرہ جماعت کو بوجہ اس کی تنظیم کے مستثنیٰ رکھا گیا ، اب چند دنوں سے گورنمنٹ بمبئی نے یہ قانون بوہرہ جماعت پر بھی حاوی کر دیا ۔ بوہرہ جماعت اس کو اپنی توہین سمجھ کر بڑے زور سے اس پر اظہار ناراضگی کر رہی ہے ، ہمارے خیال میں اوقاف کی حفاظت ضروری ہے ؛ جس جماعت کے اوقاف میں خیانت ثابت ہوئی ہو ۔ حکومت کا اس کو اپنی نگرانی میں لینا تو بہت ضروری ہے ؛ لیکن جس جماعت کے اوقاف میں خیانت ثابت نہیں ہوئی اس کے اوقاف کو اپنی نگرانی میں لے کر اس جماعت کو رنجیدہ کرنا فلسفۂ سیاست کے خلاف ہے ؛ پس بوہرہ جماعت کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے ۔ جب تک اس میں خیانت ثابت نہ ہو ۔ خیانت ثابت ہونے پر قانون کا اجراء بالکل قرین انصاف ہوگا :۔

"انقلاب" ہندوستان کے تمام روزناموں میں بہترین اخبار ہے ، لاہور سے شایع ہوتا ہے ۔ کثیر الاشاعت اور اپنی پالیسی کی یکرنگی کے لئے مشہور ہے اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۲۷ ۔ اگست ۱۹۳۱ء میں وقف ایکٹ کے بارہ میں حسب ذیل ایڈیٹوریل چھپا ہے ۔ جو قابل دید ہے ۔ اور اپنے دلائل کے اعتبار سے لائق مطالعہ ہے "

داؤدی بوہروں کے اوقاف کا مسئلہ

حکومت کیطرف سے مداخلت فی الدین کی کوشش

سورت بمبئی اور اُن کے حوالی میں [illegible]ن بوہرے مسلمان آباد ہیں۔ ان کی دو شاخیں ہیں۔ اول رانڈیر کے سنی بوہرے جن کی کل تعداد پندرہ ہزار سے متجاوز نہیں ہے۔ دوم داؤدی بوہرے جو تین لاکھ کے قریب اسی علاقہ میں آباد ہیں۔ یہ لوگ علی العموم نہایت پابند شریعت اور راسخ العقیدہ مسلمان ہوتے ہیں۔ اور عربی سے انہیں اسقدر لگاؤ ہے۔ کہ تقریباً ہر بوہرہ عربی بخوبی بول اور سمجھ سکتا ہے۔ داؤدی بوہروں کے سردار جن کو "داعی مطلق" بھی کہتے ہیں۔ سیدنا ملا طاہر سیف الدین صاحب ہیں۔ جن کے اسم گرامی سے اخبار بیں مسلمان بخوبی واقف ہیں۔ چونکہ یہ قوم تجارتی کاروبار کے باعث اللہ کے فضل سے کافی متمول ہے۔ اور اسے خدا نے پابندئ شریعت اور تقویٰ میں سے حصہ وافر عطا کر رکھا ہے اس لیئے اس کے افراد نے مذہبی و معاشرتی مقاصد سے بڑی بڑی جائدادیں وقف کر رکھی ہیں۔ جن کی مجموعی مالیت کسی صورت میں بیس کروڑ سے کم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ اُن کے اوقاف بیرونی اسلامی ممالک میں بھی موجود ہیں۔ حجاز میں رباط الجواہر دس لاکھ روپے کے صرف سے تیار ہوئی تھی۔ جس میں بوہرے اپنے سفر حج کے دوران میں قیام کرتے ہیں۔ اور بے حد آرام و آسائش پاتے ہیں۔

اوقاف کا حُسنِ انتظام

ان تمام اوقاف کے متولی اعظم اور منتظم حضرت سیدنا ملا طاہر سیف الدین صاحب ہیں۔ جنہیں بوہروں کے عقیدے کے مطابق بہ حیثیت "داعی مطلق" اُن اوقاف پر اور اُن کی آمدنی کے خرچ کرنے کا کامل اختیار حاصل ہے۔ اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ ملا صاحب ان اوقاف کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتے ہیں۔ اوقاف کی آمدنی سے صدہا مسجدیں اچھی حالت میں رکھی جاتی ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے مدرسے

مدرسے قائم ہیں۔ قوم کے لئے مدرسے قائم ہیں۔ قوم کے مستحق طلباء کو وظائف تعلیمی دئے جاتے ہیں۔ قوم کے غریبوں کو امداد دی جاتی ہے اور بہ حیثیت مجموعی بوہروں کے اوقاف بالکل منتظم ہیں۔ ملّا صاحب کے مقام عالی کی وجہ سے کسی فرد کو اعتراض کی ضرورت بھی داعی نہیں ہوتی

وقف ایکٹ سے استثناء

سنہ ۱۹۲۳ء میں آل انڈیا وقف ایکٹ نافذ ہوا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اوقاف کے متولی ایک مقررہ مدت کے بعد مداخل و مخارج کا حساب پیش کیا کریں اور قوم کے ہر فرد کو حق حاصل ہو کہ اس کی خلاف ورزی کی صورت میں متولی سے حساب فہمی کی غرض سے حکومت سے امداد طلب کرے۔ اس قانون کی دفعہ ۱۳ کا منشاء یہ ہے کہ حکومت جن اوقاف کو چاہے وقف ایکٹ کے نفاذ سے مستثنیٰ کر سکتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں یہ قانون احاطۂ بمبئی میں بھی نافذ العمل ہو گیا۔ لیکن چونکہ اوقاف بوہرہ کا انتظام نہایت معقول تھا اور اس کی ذمہ دار ایک ایسی عالی پایہ شخصیت تھی جس سے بوہرے مذہبًا وابستہ تھے۔ اس لئے یہ اوقاف وقف ایکٹ سے مستثنیٰ رکھے گئے۔

استثنا منسوخ کردیا جائے گا

سنہ ۱۹۲۹ء میں بعض ایسے بوہروں نے جو ملّا صاحب کی اطاعت سے بے نیاز ہو کر برادری سے خارج قرار دئے جا چکے تھے حکومت سے استدعا کی کہ وہ اس استثناء کو منسوخ کر دے اور وقف ایکٹ کو دوسرے غیر منتظم اوقاف کے ساتھ ان اوقاف پر بھی نافذ کر دے۔ ان لوگوں کے شور و شغف کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے چند ماہ پیشتر حکومت نے اعلان کر دیا کہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء سے اوقاف بوہرہ پر بھی وقف ایکٹ کی پابندیاں عاید ہو جائیں گی اور ان کا استثناء منسوخ سمجھا جائیگا

مداخلت فی الدین چونکہ بوہرے بے حد غیور اور پابند مذہب مسلمان ہیں اور اپنے دینی پیشوا کے اقتدار میں کسی قسم کی سرکاری مداخلت کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کرتے اس لئے انہوں نے اس حکم کے خلاف نہایت شدید احتجاج کیا اور اب تک کر رہے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جس صورت میں ہمارا پیشوا اور داعی مطلق ان اوقاف کا منتظم اعلےٰ ہے، اوقاف نہایت منظم ہیں اور ساری قوم کو ملا صاحب پر کامل اعتماد ہے۔ ایسی حالت میں حکومت کو ان اوقاف میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں پہونچتا اور اگر حکومت نے دست اندازی کی کوشش کی تو بوہرا اپنے مذہبی پیشوا کے اقتدار و اختیار کو محفوظ رکھنے کے لئے جان تک دینے میں دریغ نہ کریں گے۔

حکومت بمبئی کو مشورہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت بمبئی محض چند مخالفین کے شور و غوغا سے متاثر ہو کر تین لاکھ افراد کی ایک قوم کو جس میں زیادہ تر نہایت معزز اور با رسوخ تجار اور کاروباری حضرات شامل ہیں ناراض کرنے میں کیا مصلحت سمجھتی ہے، اس قوم نے کبھی حکومت کے خلاف کسی غیر آئینی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن اگر حکومت نے ایسی راسخ العقیدہ اور مذہب پرست جماعت کے جذباتِ مذہبی کا احترام نہ کیا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ اِس قوم کی آئین پسندی سلامت نہ رہ سکے گی اور حکومت بمبئی کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت کے ارباب بست و کشاد ایسی نادانی کا ارتکاب نہ کریں اور اوقاف بوہرا کو ملا صاحب کے زیر انتظام وقف ایکٹ کے نفاذ سے بدستور مستثنیٰ رہنے دیں گے۔

بوہرہ قوم اور
وقف ایکٹ

مرتبہ
ایک منصف مسلمان

قیمت ۳/